دین و دنیا میں فلاح و کامرانی کا شوق پیدا کرنے والا رسالہ

خلاصہ مضامین قرآن کریم
﴿سورۃ ھود﴾
مفتی محمد ثناء الرحمٰن مدظلہٗ

آوازِ فلاح
﴿اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ سوچ﴾
مدیر کے قلم سے

قال رسول اللہ ﷺ ﴿**حیا اور ایمان کا ربط**﴾ مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

قرض سے نجات کیلئے دُعاء
ابوالحسنات

بچوں کی تربیت کی ایک نہایت سہل تدبیر
حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب

طب نبوی ﷺ
عبداللہ رحمانی

چھوٹی سی غفلت
ابوعبداللہ

العفو جل جلالہٗ (بہت زیادہ معاف کرنے والا)
عائشہ مجیب

حقیقی طالب علم
محمد سعد

جلد: ۱۱ | جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ / فروری 2020ء | شمارہ: ۲

جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ / فروری 2020ء
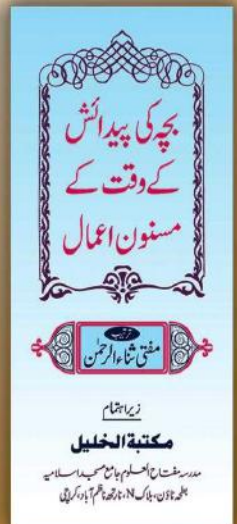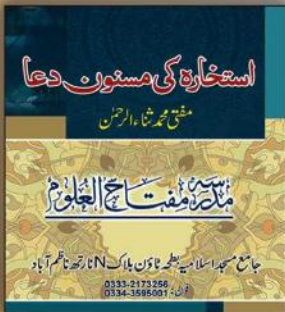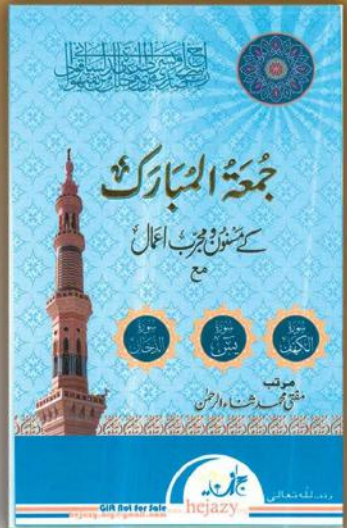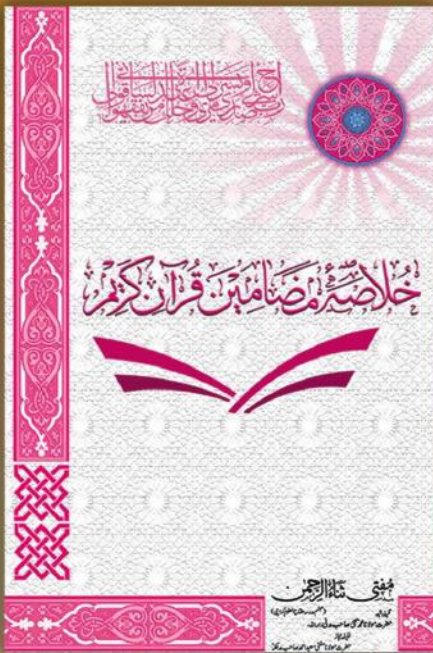
مقام اشاعت

جامع مسجد اسلامیہ و مدرسہ مفتاح العلوم

بطحہ ٹاؤن، نارتھ ناظم آباد، بلاک N، بالمقابل کیفے پیالہ ہوٹل، کراچی

پبلشر محمد ثناء الرحمٰن نے دھوم پرنٹنگ پریس آئی آئی چندریگر روڈ سے چھپواکر
جامع مسجد اسلامیہ، بطحہ ٹاؤن، نارتھ ناظم آباد، بلاک N سے شائع کیا۔

شمارہ 30 روپے — سعودی عرب وعرب امارات وغیرہ 25 امریکی ڈالر
سالانہ 400 روپے — امریکہ ویورپ وغیرہ 45 امریکی ڈالر

اشتہارات کیلئے اور رسالہ موصول نہ ہونے کی صورت میں اس نمبر پر رابطہ کریں: 0334-3595001

فہرست

گوشۂ اطفال

جمیل عظیم آبادی

تو قادرِ مطلق ہے، تو رزّاقِ بشر ہے
محتاج تونگر بھی ترا شام و سحر ہے

دُشوار منازل ہیں، عقیدت کا سفر ہے
ہو تیرا کرم ساتھ تو امکانِ ظفر ہے

حکمت سے تری عالمِ ہستی ہے مزین
ہے پھول شگفتہ تو ثمر بار شجر ہے

ساون کی گھٹا ہو کہ شفق ہو کہ دھنک ہو
مرضی کا تری عالمِ فطرت پہ اثر ہے

کُھل جائے مِرے واسطے بھی بابِ کریمی
یہ بندۂ ناچیز ابھی صرفِ نظر ہے

یوں معرکے تو عالمِ ہستی میں بہت ہیں
نصرت ہو تری ساتھ تو ہر معرکہ سَر ہے

کیسے نہ ہو مشکور کوئی تری عطا کا
مرہونِ کرم تیرا جمیلؔ آٹھ پہر ہے

حضورؐ کی گرمئی محبت کا میرے اندر رَواں لہو ہے

حضرت سرور میواتی مدظلہٗ

درِ رسالتؐ پہ حاضری دُوں، یہی مِری اصلِ آرزو ہے
یہی تمنا، یہی طلب ہے، یہی مِری جان جستجو ہے

بہارِ عرش بریں ہے تم سے، تمہیں ہو، لوح وقلم کی زینت
تمہارے ہی حسن کی جھلک سے، ریاضِ جنت میں رنگ و بو ہے

لعاب سرکارؐ کے دہن کا، ہر مرض میں شفائے کامِل
پسینہ آقاؐ کے جسم اطہر کا عطر آگین ومشک و بو ہے

مئے درود و سلام سے ہو رہے ہیں بے خود اِرم کے قدسی
ملائے اعلیٰ کی انجمن میں بھی میرے آقاؐ کی گفتگو ہے

فریبِ شیطان میں آ کے آقاؐ تمہاری امّت بھٹک گئی ہے
اس امّتِ پُرخطا کی بس اَب، تمہارے ہی ہاتھ آبرو ہے

تمازت و گرمئی قیامت کا فکر سرورؔ مجھے ہو کیوں جب
حضورؐ کی گرمئی محبت کا میرے اندر رَواں لہو ہے

انسان اپنی زندگی میں بے شمار خواہشات رکھتا ہے اور لاتعداد خواب دیکھتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی مثالی ہو اور دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر ہو، اسی کی خاطر افراد بھی اور ادارے بھی اپنی موجودہ اور آئندہ کے ادوار کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ آگے بڑھ سکیں اور ترقی کرسکیں۔ فرد کی حد تک ایک شخص اپنے تئیں اچھی تعلیم اور پھر اچھی ملازمت کے لئے تگ و دو کرتا ہے تو ادارے اپنے بجٹ کو بڑھانے، اپنے نفع کو ضرب دینے اور زیادہ سے زیادہ بچانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

پوری دنیا میں اس مقصد کے لئے ریسرچ ہورہی ہے کہ کیسے اپنی کامیابی اور ترقی کی رفتار کو بڑھایا جائے اور کیوں کر دوسروں سے آگے بڑھا جائے۔ یہ ریسرچ ایک باقاعدہ علم اور سائنس بن چکی ہے اور دنیا کے ہر خطے میں نوجوان اس کی تعلیم اور تربیت حاصل کرتے آپ کو ملیں گے۔

آگے بڑھنا اور ترقی کرنا نہ صرف ازل سے انسان کی فطرت میں شامل رہا ہے بلکہ یہ اس کی سرشست اور طبیعت کا تقاضا بھی ہے اور ایک انسان کو ایسا کرنا بھی چاہئے، بھلا جب افراد آگے بڑھنے کا نہیں سوچیں گے اور اپنی انفرادی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لائیں گے تو کوئی قوم کیسے آگے بڑھے گی۔

اس لئے سوال یہ نہیں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں بھی آگے بڑھنے اور کامیابی اور ترقی کے لئے یہ سب کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اصل نقطہ یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ حاصل کرنا ترقی اور کامیابی کے مطابق زندگی گزارنا ہمارے لئے اللہ کی رضا کے ساتھ ممکن بھی ہے؟ یقیناً ممکن ہے۔

عموماً لوگ بالخصوص نوجوان جو کالجز اور یونیورسٹیز میں پڑھتے ہیں، موجودہ تعلیمی نظام یہ بات ان کے ذہنوں میں پیوست کردیتا ہے کہ تم ہی ہو جو کچھ ہو، اس لئے جو چاہے اور جیسے چاہے کرو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان ہم کچھ بھی نہیں ہیں، وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کے اندر جو صلاحیت ہے وہ اللہ کی دی ہوئی توفیق کی بدولت ہی ہے۔

اسی لئے انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ جب اسے کوئی نعمت ملے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جب اسے کوئی کام کرنا ہو تو وہ اس حقیقت کو یاد رکھے کہ اس کو کچھ سوچنے، کوئی قدم اٹھانے اور اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونے

کے لئے اگر صلاحیت وقوت اور طاقت میسر ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اختیار کے اندر، اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو وہ کچھ نہیں کرسکتا، ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا معنی ومقصد یہ ہی ہے''، اس لئے اس نے جو ترقی کرنا ہے کامیابی حاصل کرنا ہے، اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے، اس حد میں رہتے ہوئے جو اللہ نے مقرر کردی ہے۔

انسان ساری زندگی منصوبے بناتا ہے اور نئی نئی چالیں اختیار کرتا ہے بلکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ آدمی خود کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو نیچا دکھانے اور نقصان پہنچانے کی بھی پوری کوشش کرتا ہے۔ ہمارے سامنے حالات حاضرہ کے تناظر میں مدارس کی سب سے بڑی مثال موجود ہے۔ شاید پاکستان بننے کے چند برس بعد ہی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر اسلام مخالف آلہ کاروں نے مدارس کے خلاف تدابیر اختیار کرنا شروع کردی تھیں اور یہ تدبیر ہر زمانے میں اپنے طور پر بہت ہی منظّم تھیں لیکن چونکہ ایک طرف چال بازوں کی چالیں تھیں اور ہیں تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی چال اور اللہ کی منصوبہ بندی ہے اور اللہ کی منصوبہ بندی سب سے موثر ہے کہ جس کو دنیا کی کوئی طاقت مات نہیں دے سکتی ہے، اس لئے آج تک الحمدللہ، ثم الحمدللہ نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مدارس کو کوئی بھی بڑی سے بڑی منظّم چال غیر موثر نہ کرسکی۔

آج بھی مدارس کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے اور وسیع تر ہوتا جارہا ہے، کیونکہ یہ بات آج بہت اچھی طرح اشکارا ہوچکی ہے کہ اگر سسکتی ہوئی انسانیت کو کہیں سے کوئی سکون اور اطمینان ملے گا تو وہ صرف اور صرف اللہ کے دین کی رسّی کو تھامنے سے ملے گا جس کے سوتے ان مدارس سے پھوٹتے ہیں، ان شاء اللہ قیامت تک پھوٹتے رہیں گے اور حق کے سچے متلاشیوں کی تڑپ اور پیاس بجھاتے رہیں گے۔

اس وقت جبکہ اسکولز میں بھی اور مدارس میں بھی سالانہ امتحانات کی تیاریاں چل رہی ہیں اور اس کے امتحانات کے بعد نئے داخلوں کی ترتیب شروع ہوگی، والدین اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لئے اچھے اداروں کی تلاش شروع کریں گے، ایسے وقت میں والدین سے بہت مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ ضرور اپنے بچوں کو اپنی خواہش کے مطابق اچھے اسکولز میں تعلیم دلوائیں مگر صرف اتنا ضرور دیکھ لیں کہ کیا اس اسکول اور اس ماحول میں رہتے ہوئے وہ کچھ دین بھی سیکھ رہا ہے یا نہیں، آگے چل کر کیا اس کو اس تعلیم کے ذریعے یہ بات معلوم ہوسکے گی کہ اللہ کی رضا کس کام میں ہے اور میں جس کو کامیابی سمجھ رہا ہوں وہ اللہ کی نظر میں بھی کامیابی ہے یا نہیں۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر والدین اپنے بچوں کے لئے تعلیمی اداروں کا انتخاب کریں گے تو ان شاء اللہ العزیز یہ ہی بچے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سوچ کے بھی حامل ہوں گے۔ اللہ پاک ہمیں اپنے بچوں کے لئے بہتر مستقبل کی صحیح سمجھ اور صحیح انتخاب کی توفیق نصیب فرمائے۔

خلاصہ مضامینِ قرآنِ کریم

سورۂ ھود

مفتی ثناء الرحمٰن

اللہ کا عذاب جس قوم پر اور جس بستی پر آتا ہے تو ان کے اعمال اور ظلم کی وجہ سے آتا ہے اور جب اللہ کی پکڑ آتی ہے تو بڑی دردناک ہوتی ہے یہ ہی ان قصوں کا سبق (جو پچھلی قسط میں گزرے) ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے قصوں سے کون لوگ سبق اور عبرت حاصل کرتے ہیں یہ بات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے قصے میں ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ''یہ ان بستیوں کے کچھ حالات ہیں جو ہم آپ ﷺ کو سنا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ بستیاں وہ ہیں جو اپنی جگہ کھڑی ہیں اور کچھ کٹی ہوئی فصل (کی طرح بے نشان) بن چکی ہیں۔ اور ان پر ہم نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تمہارے پروردگار کا حکم آیا تو جن معبودوں کو وہ اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے وہ ان کے ذرا بھی کام نہیں آئے اور انہوں نے ان کو تباہی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ اور جو بستیاں ظالم ہوتی ہیں تمہارا رب جب ان کو گرفت میں لیتا ہے تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے واقعی اس کی پکڑ بڑی دردناک، بڑی سخت ہے۔ ان ساری باتوں میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ (آیت نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۲)

آیت نمبر ۱۰۶ / تا ۱۰۸ / میں اللہ تعالیٰ نے اہل محشر کی دو قسمیں ذکر فرمائی ہیں ایک سعداء یعنی سعادت مند اور دوسرے اشقیاء یعنی بدبخت۔ سعادت مند سے مراد اہل ایمان ہیں کہ وہ اپنے گناہوں کی سزا کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں بھیج دیئے جائیں گے اور شقی یعنی بدبخت وہ ہیں جو کفر کی حالت میں ہی اس دنیا سے چلے گئے وہ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہیں گے امام بلخی رحمہ اللہ نے شقی اور سعید کی پانچ پانچ نشانیاں لکھی ہیں۔ سعید کی پانچ یہ ہیں (۱) دل کی نرمی (۲) اللہ کے خوف سے بہت رونا (۳) آرزو کا تھوڑا ہونا (۴) دنیا سے نفرت (۵) اللہ کے سامنے شرمندہ رہنا۔ اور شقی کی پانچ نشانیاں یہ ہیں (۱) دل کی سختی (۲) آنکھوں کی خشکی (۳) دنیا کی رغبت (۴) آرزوؤں کا زیادہ ہونا (۵) بے حیائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ اور سعداء میں ہمیں شامل فرمائیں۔

سورہ ھود کی آیت نمبر ۱۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو استقامت کا

حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ''لہذا (اے پیغمبر!) جس طرح آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اُس کے مطابق آپ ﷺ بھی سیدھے راستے پر ثابت قدم رہیے اور وہ لوگ بھی جو توبہ کرکے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں'' یہ حکم صرف آپ ﷺ کو یا آپ ﷺ کے صحابہ کو نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو ہے اور یہ ایک ایسا حکم ہے جس کا تعلق عقائد، اقوال، اعمال اور اخلاق سب ہی کے ساتھ ہے استقامت کوئی آسان چیز نہیں بلکہ انتہائی مشکل صفت ہے جو صرف اللہ کے مخصوص بندوں کو ہی حاصل ہو پاتی ہے۔ استقامت کا لغوی معنیٰ تو ہیں سیدھا کھڑا ہونا جس میں کسی طرف جھکاؤ نہ ہو اور شریعت کی اصطلاح میں اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ''انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسب معاش اور اس کے آمد وخرچ کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہٗ کی قائم کردہ حدود کے اندر شریعت کے بتلائے ہوئے راستے پر سیدھا چلتا رہے'' خلاصہ یہ کہ اپنی پوری زندگی ان تعلیمات کے مطابق گذار دی جائے جن کے مطابق گزارنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس دنیا میں سب سے دشوار کام استقامت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر اس سے زیادہ سخت آیت کوئی نازل نہیں ہوئی۔ علمائے ربانیین نے استقامت کو عین کرامت قرار دیا ہے بلکہ حضرات صوفیائے کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ استقامت سے بڑی کوئی کرامت نہیں۔

اللہ کی طرف رغبت حاصل کرنے کا اور استقامت کے حصول کی کوشش کرنے کا اللہ نے نسخہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد فرمایا کہ ''(اے پیغمبر ﷺ!) دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کو قائم کرو۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ایک نصیحت ہے اُن لوگوں کے لئے جو نصیحت مانیں۔ اور صبر سے کام لو، اس لئے کہ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے'' اس آیت کریمہ میں انتہائی جامع نصیحت فرمادی کہ کیونکہ استقامت ایک مشکل کام ہے اس لئے اس سلسلے میں نماز سے مدد حاصل کرو کہ وہ نیکیوں کی سردار ہے اس کی وجہ سے برائیاں مٹیں گی اور نیکیاں بڑھ کر استقامت کے حصول میں مددگار ہونگی اور اگر اس دوران میں کوئی تکلیف آجائے تو صبر کا دامن تھام لو کیونکہ اللہ نیکیوں کو ضائع نہیں فرماتے جلد ہی وہ اس پریشانی اور تکلیف کو دور فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنی زندگیاں اللہ کے حکم کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس پر استقامت نصیب فرمائے۔

اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلامِ النُّبُوَّۃِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ بِمَا شِئْتَ. (بخاری)

ترجمہ: اگلی نبوت کی باتوں میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک مقولہ یہ بھی ہے کہ ''جب تم میں شرم وحیا نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو۔''

اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ. (بخاری)

ترجمہ: حیا صرف خیر ہی کو لاتی ہے۔

تشریح:

گزشتہ انبیاء کی جو کچھ تعلیمات مرورِ ایام کے باوجود رائج اور معروف ومحفوظ ہیں ان میں سے ایک تعلیم حیا کے سلسلہ میں ہے جو تاہنوز زبان زد خاص وعام ہے، فارسی میں اسے ''بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن'' سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ بے حیا بن جاؤ اور جو جی میں آئے کرو۔ یعنی جب انسان میں حیاء مکتسب ہو نہ فطری حیاء تو اب اسے ذلیل حرکات اور برے کام کے کرنے سے کوئی امر مانع نہیں رہتا۔

یہ واقعہ ہے کہ حیا معدوم ہو تو ہر برائی ہوتی ہے اور حیا ہو تو صرف بھلائی اور خیر ہی ہوتی ہے، حیاء سے کبھی کسی قسم کا کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہمیشہ فائدہ ہی ہوتا ہے، ظاہر بین نگاہوں کو حیا کی وجہ سے کوئی نقصان بھلے نظر آئے مگر فی الواقع وہ ایمانی اور اسلامی لحاظ سے سراسر نفع ہی ہوتا ہے، یہ ذکر پہلے آچکا ہے کہ بسا اوقات انسان کے اندر کی کوئی چیز اسے دینی فرائض کی انجام دہی سے روک دیتی ہے، ڈھیلا کر دیتی ہے، اسے حیاء پر محمول کرنا غلط ہے بلکہ یہ انسان کی فطری اور ایمانی کمزوری

ہوتی ہے اسے حیاء کہنا غلط ہے، اصلاً وہ مداہنت ہے۔

حیاء تو ایمان کے ساتھ رہتی ہے، حیا اور ایمان کی رفاقت کا ذکر ایک حدیث میں آیا ہے:

اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخِرُ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَۃُ الْاٰخِرُ.

(شعب الایمان للبیھقی)

ترجمہ: حیا اور ایمان دو رفیقوں کی طرح ساتھ ساتھ رہتے ہیں جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ دوسرا بھی خود بخود رخصت ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے یعنی بعض حیاء بھی اسلام کا کتنا اہم شعبہ ہے جس کے نزع کے نتیجہ میں سلب اسلام بھی نکل سکتا ہے۔ ایمان سے قبل آپ کو تین صفتوں کا ذکر ملے گا۔ حیاء، امانت، رحمت۔ ان کے بعد اسلام کا نمبر آتا ہے، ان صفتوں میں حیاء اور امانت کا اسلام سے بہت گہرا تعلق ہے۔

اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: ہر دین کا ایک امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر دین و شرع میں اخلاق انسانی کی کسی خاص پہلو پر نسبتاً زیادہ توجہ ہوتی ہے، جیسا کہ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام میں رحم دلی اور عفو و درگذر پر توجہ ہے، شریعت اسلام میں حیاء پر خاص توجہ مبذول کی گئی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَان وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَآءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ. (ترمذی)

ترجمہ: حیاء ایمان کا ثمرہ ہے اور ایمان کا مقام جنت ہے اور بے حیائی و بے شرمی بدکاری میں سے ہے اور بدی دوزخ میں لے جانی والی ہے۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں حیاء کی اہمیت اور انسانی سیرت سازی میں اس کا نمایاں مقام واضح ہوتا ہے۔

جھوٹ

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

انسان کے سارے اخلاقِ ذمیمہ میں سب سے زیادہ بری اور مذموم عادت جھوٹ کی ہے۔ یہ جھوٹ خواہ زبان سے بولا جائے یا عمل سے ظاہر کیا جائے کیونکہ ہمارے تمام اعمال کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ واقعہ کے مطابق ہوں اور جھوٹ ٹھیک اس کی ضد ہے۔ اس لئے یہ برائی کہ ہر قسم کی قولی اور عملی برائیوں کی جڑ ہے۔ انسان کے دل کے اندر کی بات سوا خدا کے کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ کوئی دوسرا کسی شخص کے متعلق اگر کچھ جان سکتا یا باور کر سکتا ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص خود اپنی زبان یا عمل سے اس کو ظاہر کرے۔ اب اگر وہ اندرونی صحیح اور واقعہ کے مطابق بات جان بوجھ کر نہیں ظاہر کرتا بلکہ اس کے خلاف ظاہر کر رہا ہے تو وہ ساری دنیا کو فریب دے رہا ہے، ایسے شخص میں دنیا کی جو برائیاں بھی نہ ہوں وہ کم ہے، کیونکہ اس نے تو اسی آئینہ کو توڑ ڈالا ہے جس میں حقیقت کا چہرہ نظر آتا ہے۔ اسی لئے نبی کی پہلی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ صادق ہوتا ہے، چنانچہ بعض پیغمبروں کے لئے یہ صفت کے طور پر بولا گیا ہے۔ فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا.

ترجمہ: اور اس کتاب میں ادریس علیہ السلام کا ذکر کر، وہ بے شک بڑا سچا نبی تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ.

ترجمہ: بے شک اللہ اس کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹا ہے احسان نہیں مانتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جھوٹ گناہ (فجور) کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ میں، اور جھوٹ بولتے بولتے آدمی خدا کے ہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔“ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے؟ فرمایا سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے، وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اُس نے پھر پوچھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوزخ میں لے جانے والا

کام کیا ہے؟ فرمایا: ''جھوٹ بولنا، جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا اور جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا دوزخ میں جائے گا۔''

آنحضرت ﷺ نے جھوٹ کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ منافق کی پہچان تین ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے پورا نہ کرے (۳) اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ لفظوں میں تو یہ باتیں تین ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہی شکل کی تین مختلف تصویریں ہیں۔ جھوٹی باتیں کرنا تو جھوٹ ہے ہی مگر وعدہ کر کے پورا نہ کرنا بھی جھوٹ ہی ہے اور اسی طرح امین بن کر خیانت کرنا بھی عملی جھوٹ ہے کیونکہ جو امین بنتا ہے وہ گویا اپنی نسبت یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ اس میں خیانت نہ کرے گا اور جب اُس نے اس کے خلاف کیا تو وہ عملاً جھوٹ بولنے والا ہوا۔ جھوٹ اکیلی برائی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے جھوٹے میں بیسیوں قسم کی دوسری برائیاں بھی لازمی طور سے پیدا ہو جاتی ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کاذب کے ساتھ ساتھ دوسری بری صفتیں بھی ظاہر کی ہیں، جیسے:

''اَفَّاکٍ اَثِیمٍ'' (شعراء:۲۲۲) جھوٹ بولنے والا گنہگار

''کٰذِبٌ کَفَّارٌ'' (زمر:۳) جھوٹ بولنے والا (احسان کا حق) نہ ماننے والا

''مُسْرِفٌ کَذَّاب'' (مؤمن:۲۸) بے باک جھوٹا

ان آیتوں نے بتایا کہ جھوٹا گناہوں میں لت پت ہوتا ہے کیونکہ جھوٹ کی عادت کے سبب سے وہ کسی برائی کے کرنے سے جھجکتا نہیں کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ موقع پر جھوٹ بول کر میں اس کو چھپا لوں گا اس لئے وہ ہر برائی کو کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جو جھوٹا ہوگا وہ اپنے کسی محسن کا احسان بھی نہ مانے گا کیونکہ جو خود جھوٹا ہے وہ دوسرے کو بھی اس کے عمل اور نیت میں جھوٹا ہی سمجھے گا اور اگر وہ زبان سے کہے بھی کہ میں مانتا ہوں تو کسی کو اس کی بات پر یقین کاہے کو آنے لگا۔ اسی طرح جو جھوٹ بولتا ہے اس کو کسی برے سے برے کام کے کرنے میں باک نہیں ہوگا وہ ہر گناہ پر دلیر اور حد سے بڑھ جاتا ہے۔

انسان کی طرح اس کا عضو بھی جھوٹ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ فرمایا:

''نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ'' (علق:۱۶) جھوٹی خطا کار پیشانی۔

ہر چند کہ اس کو استعارہ کہئے پھر بھی پیشانی کا جھوٹ کلنک کا ٹیکہ ہے جو مٹ نہیں سکتا۔

اسی طرح ریاکاری کرنا اور جو نہیں ہے اپنے کو وہ دکھانے کی کوشش کرنا بھی عملاً جھوٹ ہے۔

جھوٹ کے بہت سے مرتبے ہیں، اچھے اچھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ بے ضرر جھوٹ کو برا نہیں جانتے، جیسے اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کو بہلانے کے لئے ان سے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ان وعدوں کو تھوڑی دیر میں بھول جائیں گے اور گو ہوتا بھی اکثر یہی ہے مگر جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے۔ اسلام نے اس جھوٹ کی بھی اجازت نہیں دی ہے۔ ایک کمسن صحابی عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ماں نے مجھے بلایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے تو ماں نے میرے بلانے کے لئے کہا کہ "یہاں آؤ تجھے کچھ دوں گی"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہتی ہو مگر تم اس کو کچھ دینا نہیں چاہتی ہو۔ ماں نے کہا اس کو کھجور دے دوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں اگر تم اس کو اس وقت کچھ نہ دیتیں تو یہ جھوٹ بھی تمہارا لکھا جاتا۔"

اس تعلیم کا منشاء تو یہ ہے ہی کہ مسلمان کو کسی حال میں بھی اپنے لب کو جھوٹ سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے لیکن اس موقع پر سچ بولنے کی تاکید فرمانا اس لئے بھی ہے کہ ماں باپ کے غلط رویہ سے بچہ کی تعلیم وتربیت پر اثر پڑے گا۔ وہ بچپن میں جو کچھ دیکھے گا اور سنے گا اسی سانچے میں ڈھلے گا۔ اسی لئے لوگوں کو چاہئے کہ بچوں سے بھی جھوٹ نہ بولیں۔

بعض لوگوں کو عادت یہ ہوتی ہے کہ جب اُن کو کھانے کے لئے یا کسی اور چیز کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ تصنع اور بناوٹ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ مجھے خواہش نہیں حالانکہ ان کے دل میں اس کی خواہش موجود ہوتی ہے۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے، چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابیہ خاتون حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں تو کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی جھوٹ ہے جو خوش گپی کے موقع پر محض لطفِ صحبت کے لئے بولا جاتا ہے، اس سے بھی اگرچہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بعض موقعوں پر ایک دلچسپی کی چیز بن جاتا ہے، تاہم اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں کے ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس پر افسوس، اس پر افسوس، کیونکہ اس سے آدمی کا وزن ہلکا ہوتا ہے اور اس کی بات بے اعتبار ہوتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ جھوٹ کے برابر ہے۔

اصلاحِ عمل اور رجوع الی اللہ کا طریقہ

ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ملفوظ میں فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی جو علامات بتادی ہیں، حدیثوں میں موجود ہیں، ان سے خدارا ڈرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرب قیامت میں فتنے اس طرح آئیں گے جیسے تسبیح کے دانے ٹوٹتے ہیں، ہر روز ایک نیا فتنہ۔ دنیا کے فتنے کیا کم ہیں اب دین کے فتنے بھی پیدا ہو گئے اور ایسے لوگوں کی طرف سے پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اسلام کا بہروپ بھر لیا ہے جو اسلام کا نام لے کر خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں، نہ وہ اسلام کا حق ادا کرتے ہیں، نہ ایمان کا، صرف دور حاضر کی مصلحتوں کو دیکھتے ہیں، تقاضائے وقت کو دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام کو مغربیت کے سانچے میں ڈھال لیں تاکہ وہ مسلمان کے مسلمان رہیں یعنی کہنے کو مسلمان ہوں لیکن ہوں مغرب کے مقلد، وہ سانچہ مغرب میں تیار ہوتا ہے اور مسلمان اس میں اپنے آپ کو ڈھالنا چاہتا ہے، وہ سانچہ کیا ہے؟ معاشرے کا ایسا معاشرہ بنا دیا ہے، مغرب نے کہ بس نہایت دلکش، نہایت جاذب نظر، فراوانی نے، ایجادات نے، طرح طرح کے عیش وعشرت کے سامانوں نے، وسائل کی کثرت نے اتنی سہولتیں، اتنی آسانیاں، اتنی ضرورتیں ہمارے لئے پیدا کر دی ہیں کہ ہم مدہوش ہو کر رہ گئے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں، بس یہ دیکھتے ہیں کہ تقاضائے وقت یہی ہے، یہی کرنا چاہئے ایسا نہ کریں تو ہم بھی پسماندہ قوموں میں شمار ہوں، جاہلوں میں شمار ہوں، جانے کیا کیا اوہام شیطان پیدا کر دیتا ہے اور ہم آنکھیں بند کر کے تقلید کئے جا رہے ہیں، یورپ کی، مغربیت کی، یہودیت کی اور نصرانیت کی اور سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو توفیق دے رکھی ہے، بھائی! بچالو اپنے آپ کو، کوئی بچے یا نہ بچے اپنے آپ کو بچالو، اپنے گھر کو بچالو، یہ قانونِ فطرت ہے کہ عمل اور ردّ عمل، ایکشن اور ری ایکشن، یہ نہیں بدلے گا۔ اس لئے کہ یہ قانون فطرت ہے، مشیت الٰہیہ ہے۔

عمل کا ردّعمل ہو کے رہے گا، اب آپ دیکھیں کہ کتنی پریشانیاں ہیں، دفاتر میں، تجارت گاہوں میں، گھروں میں طرح طرح کی بے چینی اور اضطراب ہے، نتیجہ یہی ہوتا ہے، کہہ چکا ہوں کئی دفعہ کہ عمل اور ردّعمل یہ سب ہماری شامت اعمال ہے۔ کبائر کا اعلانیہ ارتکاب ہو رہا ہے اور بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ان کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے، تو بہ کیا کریں؟ اس پر تو نظر ہی نہیں البتہ اسی پر نظر ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے، کسی نے سفلی عمل کر دیا ہے، ہماری روزی بند ہوگئی ہے، رشتے نہیں آتے، لڑکیاں کنواری بیٹھی ہوئی ہیں، ماں باپ نالاں ہیں کہ اولاد نافرمان ہے، تجارتوں میں گھاٹے ہو رہے ہیں، فلاں بات ہوگئی ہے، فلاں واقعہ پیش آ گیا ہے، ہر جگہ کھلا ہوا وبال ہے، یہ نقصان ہے، یہ پریشانی ہے، یہ بیماری ہے، دفتر کے دفتر کھلے ہوئے ہیں، پریشانیوں کے عمل اور ردعمل، گردن جھکا کے ذرا دیکھو، نہ سفلی عمل کوئی کرتا ہے، نہ رزق میں بندش کوئی ہوسکتی ہے، کسی کی مجال نہیں کہ تجارت گاہوں میں نقصان ہو جائے یا دفتر والے کسی کو نقصان پہنچادے یا رشوت لے کر آپ کو پریشان کریں یا آپ کا کام بگاڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْن.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خوب رزق پہنچانے والے اور نہایت قوت والے ہیں۔

ایک دانہ تمہارا کوئی کم نہیں کرسکتا، ناممکن ہے، محال ہے۔ صاف فرمادیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْن.

وہ بڑی قوت والی متین ذات ہے۔ حدیث شریف کا مضمون ہے کہ ساری دنیا تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی مگر جو اللہ چاہے، اسی طرح کوئی تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا مگر جو اللہ چاہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے سامنے دم مار سکے۔ اپنا عقیدہ صحیح کرلو، کیوں شور مچاتے پھرتے ہو کہ فلاں نے یوں کر دیا، فلاں نے یوں کر دیا، سب نادانی کی باتیں ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ سب تمہارے اعمال کا وبال ہے، ردّعمل ہے، اس لئے اپنے اعمال کی خبر لو، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہو اور کہتے ہو کہ فلاں نے یوں دشمنی کی، فلاں نے یوں بگاڑ دیا۔ مرد ہو یا عورتیں سب کا یہی حال ہے کہ اپنے گناہوں پر نظر نہیں، جب تک ان کو ترک نہ کرو گے، شامت اعمال طاری رہے گی۔ دنیا میں کوئی اس کا تدارک نہیں کرسکتا، سوا اس کے کہ گناہ ترک کردو اور توبہ کرو، یہ عمل بھی کر کے دیکھ لو۔ ان شاء اللہ صورت حال ضرور بدل جائے گی اور سکون قلب حاصل ہوگا۔

قرض سے نجات کیلئے دُعاء

ابوالحسنات

ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس زمانے میں قرض لینے سے بہت ہی زیادہ بچے، اگر کسی وقت قرض کی ضرورت پڑے تو پہلے پوری کوشش کرلے کہ جتنا اپنا پاس ہے اسی میں کام چل جائے تو قرض نہ لے اور صلوٰۃ الحاجت پڑھتا رہے اور دعا مانگتا رہے کہ اے اللہ! قرض سے بچادے، پھر بھی بہت ہی مجبور ہوجائے تو قرضہ واپس کرنے کی پختہ نیت کے ساتھ قرض لے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص قرضہ لے اور اس کی نیت واپس ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک موت نہ دیں گے جب تک کہ وہ قرضہ واپس نہ کردے۔ اس کے علاوہ قرضہ لینے سے پہلے یہ سوچ لے کہ قرض کی ادائیگی کی صورت کیا ہوگی، قرض لینے کے بعد اس کو اپنی کاپی میں لکھ کر رکھے اور اپنے گھر والوں کو ضرور بتادے تاکہ انتقال کے بعد وارثین کو پتہ رہے کہ اتنا قرض فلاں صاحب سے لیا ہے، ان کو واپس کرنا ہے اور اتنا قرض دیا ہے فلاں صاحب کو ان سے لینا ہے اور اس کے لئے ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ کتاب احکام میت مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور طریقہ وصیت (مرتبہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم) ان دو کتابوں کا ضرور مطالعہ کرے۔

اسی طرح اگر کسی کو قرض دینا ہو تو اگر ہدیہ سمجھ کردے سکتا ہے تو دے اور واپسی کی امید نہ رکھے کہ اس زمانے میں بزرگوں کا ارشاد ہے قرض لے کر لوگ واپس دیتے نہیں ہیں لہٰذا اگر ہدیہ سمجھ کر دے سکتا ہے تو ضرور دے ورنہ معذرت کرلے کیونکہ قرض دینے کے بعد واپس نہ ملنے پر جو باہمی ناچاقیاں وطرفین میں اختلاف ہوتا ہے اس سے بہتر ہے کہ ابتداء ہی میں ایک مرتبہ انکار کردے۔

اسی طرح اگر قرض دینے کے بعد معاف کرنے کی یا مدت بڑھا دینے کی گنجائش ہو تو ضرور معاف کردے یا مدت بڑھادے کہ اس میں بھی ثواب بہت زیادہ ہے، اسی طرح اللہ

تعالیٰ نے مالی گنجائش دی ہو تو کوشش کرے کہ دوستوں اور رشتہ داروں کی اس طرح مدد کرتا رہے کہ قرض مانگنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

جس پر قرضہ ہو اور قرض کی وجہ سے پریشان رہتا ہو تو اسے چاہئے کہ یہ دعا اہتمام سے مانگے اور گناہوں سے بچتا رہے، ان شاء اللہ ضرور اللہ تعالیٰ قرض سے نجات دے دیں گے اور رزق حلال بفراغت عطا فرمائیں گے۔

صبح اور شام یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں، عاجزی سے اور سستی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور بخل سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ایک انصاری صحابی کو دیکھا جن کو ابوامامہ کہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ابوامامہ کیا ہوا کہ آپ نماز کے وقت کے علاوہ مسجد میں بیٹھے ہیں، انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! مجھ پر فکروں اور قرضوں کا ہجوم ہوگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں وہ کلمات سکھاؤں کہ جب تم اسے پڑھو تو تمہارے غم دور ہوں اور تمہارا قرضہ ادا ہو؟ انہوں نے کہا: ضرور یارسول اللہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صبح وشام یہ (مذکورہ بالا) کلمات پڑھا کرو۔

وہ صحابی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری پریشانیوں کو دور کردیا اور میرے قرضوں کو مجھ سے ادا کروادیا۔

قیامت کے دن شرابی کی حالت:

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شرابی کو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، آنکھیں نیل گوں ہوں گی زبان نکل کر سینے پر لٹک رہی ہوگی جس سے لعاب بہتا ہوگا، اس کی بدبو کی وجہ سے ہر دیکھنے والا اس سے گھن کرے گا، شرابی پر سلام نہ کہو، بیمار ہو تو بیمار پرسی نہ کرو، مر جائے تو جنازہ نہ پڑھو۔

شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے:

زہری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! شراب سے بچو، یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ پہلی امتوں میں ایک آدمی عابد، زاہد تھا، مسجد میں بکثرت آمد و رفت رکھتا تھا۔ اسے ایک فاحشہ عورت ملی، اس نے اپنی خادمہ کو حکم دیا، وہ اس عابد کو اندر لے آئی۔ عورت نے دروازہ بند کردیا، پاس ایک شراب کا برتن تھا اور ایک کم سن لڑکا، کہنے لگی تین کاموں میں سے کوئی ایک کام کرے گا تو یہاں سے جا سکے گا۔ یا تو شراب کا پیالہ پیو، یا اس بچہ کو قتل کردو یا میرے ساتھ زنا کرو، ورنہ میں شور مچاؤں گی یہ شخص میرے ارادہ سے میرے گھر گھس آیا ہے، پھر بتا تیری کون سنے گا۔ عابد کمزور پڑ گیا، کہنے لگا میں زنا تو نہیں کروں گا اور نہ ہی بچہ کو قتل کروں گا، ہاں شراب کا پیالہ پیتا ہوں چنانچہ اس نے شراب پی اور آخر بچہ کا قتل بھی کیا اور عورت سے زنا کا ارتکاب بھی کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنا کر رونے لگے اور فرمایا کہ اس سے بچو کیونکہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

لعنت برستی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر لعنت برستی ہے:

① بنانے والے پر
② جس کے لئے بنائی گئی
③ اس کے پینے والے پر
④ پلانے والے پر
⑤ اسے اٹھانے والے پر
⑥ جس کے پاس اٹھا کر لے جائے گئی
⑦ اس کے تجارت کرنے والے پر
⑧ تجارت کروانے والے پر
⑨ بیچنے والے پر
⑩ خریدنے والے پر

شرابی کے ساتھ ہمدردی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے شرابی کو ایک لقمہ بھی کھلایا، اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر سانپ بچھو مسلط کردیں گے اور جو کوئی اس کی ضرورت پوری کرے گا، اس نے اسلام کو مٹانے کی اعانت کی اور جو کوئی اس کو قرض دے گا ایسا ہے کہ اس نے قتل مومن میں تعاون کیا۔ اس کے ساتھ ہم نشینی رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے جس کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔

شراب پینے کے یہ نتائج:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں جو شخص شراب پیتا ہے تو صرف پیٹ میں چلی جانے سے سات دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اگر اس سے کچھ مدہوشی بھی ہوتی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ یوں ہی مر گیا تو کافرانہ موت مرا اور توبہ کر گیا تو اللہ تعالیٰ قبول کرنے والے ہیں، اگر پھر پینے لگ گیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں لازم ہے کہ اسے اہل دوزخ کی پیپ پلائی جائے۔

شرابی کا رُخ قبلہ سے پھر جاتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی دن کو شراب پیتا ہے وہ شام تک مشرک شمار ہوتا ہے اور جو رات کو پیتا ہے وہ صبح تک ایک اور روایت میں ہے کہ شرابی مر جائے تو اس کو دفن کر دو اور مجھے پکڑ رکھو پھر اس کی قبر کھودو اگر اس کا رُخ قبلہ سے پھرا نہ پاؤ تو مجھے قتل کر دو۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بچوں کے اچھے نام رکھئے

سید یوسف علی

بچے کا اچھا نام رکھنا بھی ایک حق ہے، اس لئے بچے کا اچھا نام رکھنا چاہئے، نام کے بھی اثرات پڑتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے، اس لئے چاہئے کہ اچھا نام رکھے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے باپوں کے نام سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ''عبداللہ'' اور ''عبدالرحمٰن'' ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ ''پیغمبروں کے ناموں پر نام رکھو''، آپ علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کا نام ''حسن'' اور ''حسین'' رکھا اور ایک انصاری صحابی کے بچے کا نام منذر رکھا۔

ان احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بچوں کے نام اچھے رکھنے چاہئیں یعنی یا تو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ جیسے عبداللہ، عبدالقادر، عبدالقدوس وغیرہ یا انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ جیسے ابراہیم، عیسیٰ، اسماعیل وغیرہ یا صحابہ کے ناموں کے ساتھ جیسے ابوبکر عمر وغیرہ کیونکہ صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں ان کے نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہی ہوں گے یا پھر نام دیگر سلف صالحین کے ناموں میں سے رکھے جائیں یا کم از کم ایسے نام

ہونے چاہئیں جو الفاظ و معانی کے لحاظ سے مناسب اور صحیح ہوں گے لیکن صحابہ کرام کے نام رکھنے میں معنی کا لحاظ نہ کرنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے صحابہ کے نام تبدیل نہیں فرمائے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ کسی نام کے معنی ہمیں سمجھ میں نہ آئیں۔

آج کل برے ناموں اور بے معنی ناموں کا رواج:

آج کل ناموں کے سلسلہ میں بہت افراد وتفریط سے کام لیا جاتا ہے بعض جگہ تو نام رکھنے میں معنی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا جیسے بعض لوگ بچیوں کا نام قرآن سے رکھتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اُس کے معنی کیا ہیں مثلاً ''مَنْ تَشَآءُ'' (اس کے معنی ہیں جو تو چاہے) بعض لوگ پرویز، پروین، غزالہ اور شاہین وغیرہ نام رکھتے ہیں حالانکہ پرویز فارس کے اس بادشاہ کا نام تھا جس نے نبی پاک ﷺ کا مکتوب گرامی چاک کردیا تھا ایسے دشمن اسلام کے نام پر نام رکھنا بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ ''شاہین'' باز کو کہتے ہیں اور غزالہ ''ہرن'' کو کہتے ہیں لہٰذا خوب سوچ سمجھ کر کسی عالم دین سے مشورہ کرنے کے بعد نام رکھنا چاہئے ورنہ بعد میں نام تبدیل کرنا پڑے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ برے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کا نام ''عاصیہ'' (گناہ گار) تھا، بدل کر ''جمیلہ'' (خوبصورت) رکھ دیا۔

نام کب رکھا جائے:

بچے کا نام پیدائش کے بعد رکھ دیا جائے اور اگر تاخیر ہو جائے تو ساتویں دن عقیقہ سے پہلے نام رکھ دینا چاہئے تاکہ عقیقہ اس کے نام سے کیا جائے۔

نام رکھنا باپ کا حق ہے:

اگر نام رکھنے میں ماں باپ کا اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں نام رکھنا باپ کا حق ہے۔

بچوں کی تربیت کی نہایت سہل تدابیر

حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب

بچوں سے دوستانہ تعلق قائم کریں:

بچوں کی تربیت پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے اور بچوں کی تربیت کس طرح ہوگی، دوستی کرنے سے ہوگی، بچوں سے دوستی پیدا کیجئے۔ آپ دوست تلاش کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے، اللہ نے اگر آپ کو چار بیٹے دیئے ہیں، ارے بیٹے دوست ہیں آپ کے۔ دوستانہ رویہ ان سے قائم کریں سختی کا رویہ نہیں چلے گا۔ بیوی کے ساتھ تعلقات اچھے رکھئے، زن اور شوہر کے تعلقات، میاں بیوی کے تعلق جتنے بہتر ہوں گے یاد رکھئے اس کا رزلٹ اولاد کی تربیت کے سلسلے میں بہت اونچا آئے گا، اگر آپ تجربہ کار ہیں تو کسی بچے کو دیکھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ میاں بیوی کے تعلقات کیسے ہیں۔

بچوں کو مشائخ وعلماء کرام کی مجالس میں لے جائیں:

اپنے بچوں کے ساتھ اگر مباحات کے ساتھ بھی گزر ہو تو گزارہ کرنا چاہئے، وہ مباحات وسیلہ اور سبب بن جاتے ہیں عبادات کا، معصیت اور خدا کی نافرمانی سے بچنے کا۔ اپنے بچوں کے ساتھ کبھی جائز سیر و تفریح کا اہتمام کرلیا کریں، کسی مناسب جگہ سفر کا اہتمام کرلیا کریں، کبھی گھر میں چھٹی والے دن کھانے پکانے میں لگ جایا کریں۔

ہمارے دادا مرحوم اللہ تعالیٰ ان کو بخشے کہ میں بہت چھوٹا سا تھا وہ مجھے مشائخ کی مجالس میں لے جایا کرتے تھے، یہ برطانیہ کے زمانے کی بات ہے حتیٰ کہ میں اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے گود میں اللہ والوں کی مجلس میں لے جاتے تھے، اللہ کا شکر ہے کہ وہ مجلس دل، دماغ میں جم گئی، بیٹھ گئی اور بچے کا دل قرطاس ابیض اور وائٹ پیپر کے مثل ہوتا ہے، اس پر جو چیز نقش کی جائے گی وہ ہمیشہ کے لئے نقش ہو جائے گی۔

لہٰذا بچوں کی تربیت اور بچوں کی اصلاح کی فکر کریں، اللہ والوں کی مجالس میں علماء کے

درسوں میں ان کو لے جایا کریں، ہم نے اپنے حضرت کے یہاں چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھا جو حضرت کے پاس آتے رہتے تھے۔ حضرت ان کو اٹھنا بیٹھنا سکھلاتے تھے، ہاتھ دھلواتے تھے، وضو کا طریقہ بتلاتے تھے اور ماشاء اللہ ان ہی بچوں میں سے کتنے ہی بچے بڑے ہو کر صاحب نسبت اور صاحب سلسلہ ہو گئے۔

صحابیات کا اپنے بچوں کو آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجنا:

اور ایک انتظام صحابیات کا یاد آیا کہ وہ اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بھیجا کرتے تھے ہمیں مختلف سنتیں یاد ہیں لیکن بعض سنتیں ایسی ہیں جو ہمارے استحضار میں نہیں ہیں یا ان سے واقفیت نہیں ہے تو یہ طریقہ بھی صحابہ کرام کا سامنے رکھنا چاہئے۔ صحابہ کے زمانے سے واقفیت نہیں ہے تو یہ طریقہ بھی صحابہ کرام کا سامنے رکھنا چاہئے۔ صحابہ کے زمانے میں ایک خاص اہتمام بچوں کی اصلاح کا پایا جاتا ہے، آج ہم اس کی طرف سے غافل ہیں، کئی واقعات آپ حیاتِ صحابہ میں دیکھ لیجئے، آپ حضرات حسنین کی تربیت کو دیکھئے، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تربیت کی غرض سے بار بار بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں بھیجتیں، اُمّ انس مجھے یاد آتی ہیں، اُمّ انس کی تعریف فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انس کی والدہ بہت عقل مند ہیں اور عقل مندی دیکھئے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابھی آٹھ سال کے ہیں اور آٹھ سال کی کیا عمر ہوتی ہے ان کی اصلاح کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کرتی ہیں ان باتوں سے ہمیں کچھ حاصل کرنا چاہئے اس بے شر کے زمانے کے اندر جب اتنا اہتمام کیا ہے بچوں کی تربیت و اصلاح کا آج تو شر القرون ہے، کس قدر اپنے بچوں کی تربیت و اصلاح کا ہمیں اہتمام کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ انس رضی اللہ عنہا کی درخواست قبول فرمائی اور انس بن مالک کو اپنی خدمت میں رکھنا پسند فرمایا، یہ بہت بڑی بات ہے، دس سال خدمت مبارکہ میں رہے۔

عزیزو! آج بھی مسئلہ حل ہوسکتا ہے، تربیت ہوسکتی ہے، طالبین خدا بن سکتے ہیں، باخدا حضرات کی صحبت میں رہ کر اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ انسان جب کسی کی خدمت میں لگتا ہے تو خدمت سے خدا مل جاتا ہے اور خدا بھی ملتا ہے اور خدمت کی برکت سے عمر بھی اس کی طویل ہوجاتی ہے۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال ہے اور جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو بیس سال ہے، ایک سو دو

سال تک مسلسل اصلاح وتبلیغ کے فریضے کوانجام دیااور دین کے کام میں لگے رہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے بچوں کی تربیت پر بہت زور دیا اور بھی بہت سے واقعات ہیں اس کے بعد تابعین کے واقعات ہیں، تبع تابعین کے واقعات ہیں، پھر ہمارے اکابر کے یہاں کے واقعات ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بھی بہت جگہ یہ بات موجود ہے کہ بچوں کی تربیت پر پوری توجہ دینی چاہیئے اور بچوں کی سالانہ تعطیلات اگر ممکن ہو اور وہ سفر کے قابل ہوں اور سفر کرا سکتے ہوں تو کسی باخدا کی خانقاہ میں ان کو بھیج دینا چاہیئے۔

اولاد کی دین داری کروڑوں روپیہ سے بہتر ہے:

اور میں آپ سے باقسم کہتا ہوں کہ حلال کا کروڑوں روپیہ آپ چھوڑ جائیں، اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ اپنے بچے کو دین داری اور نمازی بنا کر جائیں۔حلال کا کروڑوں روپیہ کہیں بہتر یہ ہے کہ اپنے بچے کو دیندار اور نماز بنا کر جائیں۔حلال کا کروڑوں روپیہ اتنا مفید اور بہتر نہیں جتنا کہ اولاد کا دین دار ہو جانا بہتر ہے اولاد دیندار ہے تو اللہ ان کی روزی کا بہترین انتظام فرمائیں گے۔

بچوں کو دین سکھایاجائے:

آج کل ماں باپ اپنی اولاد کو دنیا حاصل ہونے والا علم سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں روپے خرچ کر کے سکھاتے ہیں لیکن بچے کے دین کا خیال نہیں کرتے۔میری مائیں، بیٹیاں غور کریں ان باتوں پر۔بڑھاپا آئے گا، آپ دیکھ لینا، خدا کی قسم دنیا دار بیٹا آپ کی وہ خدمت نہیں کرے گا جو دین دار بیٹا کرے گا۔آپ کی جوتیاں اٹھائے گا، آپ کے پیر دھو کر پیئے گا، اگر آپ اپنے بچوں کو مستقل طور پر صدقہ جاریہ کرنا چاہتے ہیں تو ارادہ کریں کہ ہم اپنے بچوں کو اللہ کا دین پڑھائیں گے۔رہا روزی کا مسئلہ، خدا کی قسم! میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اہل دین اہل دنیا سے بہتر روٹیاں کھاتے ہیں۔

اس عاجز کے یہ تھوڑے سے معروضات ہیں بالخصوص لب لباب وخلاصہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت کا اہتمام کریں حقیقی چین وسکون آپ کو تب حاصل ہوگا ورنہ اگر یہ اولاد فتنہ بن گئی تو زندگی آپ کی مصیبت میں کٹے گی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم بصیرت عطا فرمائے۔

① اذان کا جواب اور اس پر جنت کی بشارت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کھڑے ہوئے، جب اذان دے چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یقین کے ساتھ ان جیسے کلمات کہتا ہے جو مؤذن نے اذان میں کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔
(مستدرک حاکم)

مسئلہ: ''حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح'' کے جواب میں بہتر یہ ہے کہ ''حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح'' بھی کہے اور ان الفاظ کے ساتھ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' بھی کہے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ: اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھائیں بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کریں۔
(فتاویٰ دارالعلوم زکریا)

② رَضِیْتُ بِاللّٰہِ پڑھنے پر گناہوں کی معافی:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مؤذن کی اذان سننے کے وقت کہا (یعنی جب مؤذن تشہد کے الفاظ کہے)

وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا.

ترجمہ: میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، اور میں اللہ تعالیٰ کو رب ماننے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر راضی ہوں۔

تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

③ اذان کے بعد درود شریف، دعاوسیلہ پڑھنے پر دس رحمتیں، شفاعت کا وعدہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب مؤذن کی آواز سنو تو اسی طرح کہو، جس طرح مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے دس رحمتیں بھیجتے ہیں، پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا مانگے گا، میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔ (مسلم شریف)

④ اذان کے بعد دعاوسیلہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان سننے کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.

تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔

⑤ اذان کے جواب پر اذان کی فضیلت اس کے بعد جو دعا مانگیں وہ قبول ہوگی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اذان کہنے والے ہم سے اجر و ثواب میں بڑھے ہوئے ہیں (کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ ہمیں بھی اذان دینے والی فضیلت مل جائے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہی کلمات کہا کرو جو مؤذن کہتے ہیں، پھر جب تم اذان کا جواب دے چکو تو دعا مانگو (جو دعا مانگو گے) دیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

⑥ اذان اور اقامت کے درمیان جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوگی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں دعا رد نہیں ہوتی یعنی قبول ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کیا دعا مانگیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگا کرو۔ (ترمذی)

اپنے بچوں کو پر اعتماد بنائیں

حافظ محمد شارق

موجودہ دور میں خود اعتمادی کی کمی ایک عام نفسیاتی مسئلہ بن کر ابھر رہا ہے۔ ایک سروے کے مطابق ساٹھ فیصد سے زائد لوگ اس مسئلے کا شکار ہیں جو اس کی وجوہات نہ جاننے کے سبب ہمیشہ ہی کم اعتمادی کی سی کیفیت میں زندگی گزار لیتے ہیں، نئ نسل میں یہ مسئلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، جس کی اہم وجہ والدین کی طرف سے غیر مناسب رویہ اور معاشرتی حالات ہوتے ہیں۔ ہر والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ ایک پُر اعتماد شخصیت کا مالک بنے اور زندگی کے ہر مرحلے میں کامیابی سے ہمکنار ہو۔ ماہرین نفسیات نے تحقیقات کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ ہم کس طرح اپنے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کر سکتے ہیں۔

بچہ کی طرف توجہ دیں:

ماہرین نفسیات بتاتے ہیں کہ جن بچوں کے والدین اپنے بچوں کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں وہ مستقبل میں با اعتماد شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ بچہ کا دودھ یا غذا کے لئے رونا نیند سے اٹھ کر فوراً ماں کو تلاش کرنا، کسی کام یا ضرورت کے وقت پکارنا اسکول جانے کی عمر میں اسکول کے تجربات، اساتذہ اور دوستوں سے متعلق بچوں کی باتیں سننا یہ سارے مواقع ایسے ہیں کہ اگر ان میں آپ بچہ کو توجہ دیں تو یقیناً آپ کا بچہ پُر اعتماد شخصیت کے ساتھ پروان چڑھے گا لہٰذا بچہ دودھ یا غذا کے لئے روئے، آپ کو نیند سے اٹھ کر دیکھے یا کسی ضرورت میں پکارے تو فوراً ان کی ضرورت کو پورا کریں، بصورت دیگر بچے میں خود اعتمادی کا فقدان رہے گا اور لاشعوری طور پر منفی اثرات اس کے معصوم ذہن پر مرتب ہونے لگیں گے۔

تعریف کیجئے:

یہ بات ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ جائز تعریف انسان کی شخصیت پر مثبت

اثرات ڈالتی ہے، یہ ہم سب کا احساس ہے کہ تعریف کرنا ہمارے لئے حوصلہ افزائی کا سبب بنتا ہے جبکہ تنقید کرنا حوصلہ شکنی کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح بچے ہم سے زیادہ تعریف کے مستحق اور طلبگار رہوتے ہیں، جن بچوں کی تعریف زیادہ کی جاتی ہے انہیں شاباش دی جاتی ہے ان کی تخلیقی صلاحیت اور خود اعتمادی زیادہ ہوتی ہے۔ بچوں کا غلطی کرنا ان کے سیکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے، ان کی غلطیوں پر انہیں ڈانٹنے کے بجائے صحیح بات بتائیں اور غلط بات کو نظر انداز کر دیں۔

بچوں کو معقول آزادی دیں:

بچوں کو ہر وقت اپنے ساتھ چپکائے رکھنا، حد سے زیادہ ان کی حفاظت کرنا انہیں حد سے زیادہ فکر کا احساس دلانا اور ان پر کڑی نگاہ رکھنا یا ان کو بات بات پر ڈرانا ان کو با اعتماد شخصیت بننے سے روک سکتے ہیں، بچوں کی نگہداشت اور حفاظت ضروری ہے مگر انہیں مناسب آزادی دینا بھی ان کی ذہنی نشوونما کے لئے انتہائی ضروری ہے ورنہ بچے میں زندگی بھر یہ اعتماد نہیں آئے گا وہ کسی مسئلے کا سامنا کر سکے۔

بچوں کو دوسروں سے ملوائیں، ہاتھ ملانا سکھائیں۔ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا موقع بھی دیں ان کو کھلونوں کے ساتھ چھوڑیں اور پارک میدان وغیرہ میں بھی آزادی سے چلنے دیں البتہ ان کی نگرانی ضرور کیجیے۔

نام سے پکاریں:

بچے کو نام سے مخاطب کرنا بھی بچے میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے، محبت سے ہی سہی مگر بچوں کا نام ہرگز مت بگاڑیں۔ انہیں اچھے انداز میں ان کے پورے نام سے پکاریں اور ان کو ان کے نام کے معنی بھی سمجھائیں۔

یہ چند تجاویز ہیں جنہیں پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اپنے بچوں کی پرورش کریں تو وہ یقیناً ایک پر اعتماد شخصیت کے مالک ہوں گے۔

ٹوپی کا ادب

مولانا جہانزیب

''الـدیـن کلہ ادب'' محترم دوستو! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دین سراسر ادب کا نام ہے، جس چیز کا میں ذکر کرنے جارہا ہوں اس کا ادب تو ہر مسلمان کو کرنا چاہیئے، وہ ہے نماز اور مسجد کا ادب کیونکہ مسجد کا تعلق تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے اور ایک مسلمان جب نماز کے لئے آتا ہے تو وہ کس طرح آتا ہے اس کو ہمیں دیکھنا چاہیئے، ہم میں سے ہر ایک مسجد میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور ہم کس طرح اللہ کے سامنے کھڑے ہوجاتے ہیں، نہ ہمیں اپنے کپڑوں کی فکر ہوتی ہے کہ ہمارے کپڑے صاف ستھرے ہیں بھی یا نہیں اور ان سب میں جو ہماری بڑی کمزوری ہے وہ ہے ٹوپی کا سر پر نہ ہونا، یہ ٹوپی تو مسلمانوں کے سر کا تاج ہے، جس کو آج ہم پہنتے ہوئے شرماتے ہیں کہ لوگ مذاق بنائیں گے اور عمامہ کی سنت تو صرف تبلیغی حضرات کے ذمہ ہی رہ گئی ہے۔ آج جو ٹوپی ہمارے سروں کی زینت ہونی چاہیئے تھی وہ آج ہوٹلوں کے دربانوں کے سروں کی زینت بنی ہوئی ہے، اس سے پتہ چلا کہ جو انسان مالی اعتبار سے کم ہو وہ سر پر ٹوپی پہنے گا باقی نہیں، آج اللہ کے سامنے ہم لوگ ننگے سر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہم کو اس بات کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ ایک صاحب مسجد میں نماز پڑھنے آئے اور ٹوپی تلاش کرنے لگے تو ان کو ٹوپی نہ ملی تو انہوں نے امام صاحب سے کہا کہ آپ کی مسجد ماشاء اللہ بہت شاندار ہے، صفائی ستھرائی کا بھی کافی اچھا خیال رکھا جاتا ہے لیکن آپ کی مسجد میں ٹوپیاں نہیں ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کے پاس اس کے وسائل نہیں ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ حضرت وسائل تو نہیں ہیں مسائل ہیں، ٹوپی مسجد میں رکھنے کی چیز نہیں اور نہ ہی جیب میں رکھنے کی چیز ہے بلکہ یہ تو سر پر رکھنے کی چیز ہے، یہ تو سروں کا تاج ہے۔

اور حقیقت یہی ہے کہ آج ہم سائنس کے ہوگئے ہیں، ہمارے نبی نے جو بات آج سے چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمادی تھی آج ہم اس کو تو ماننے کو تیار نہیں لیکن جیسے ہی کوئی سائنسی تحقیق اس پر آجائے تو ہماری سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس چیز کے کتنے فائدے ہیں جو آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمائی تھی کہ سر پر ٹوپی کا ہونا سورج کی تپش سے بچاتی ہے اور عمامہ کی کیا ہی بات ہے اس کا شملہ تو ہماری گردنوں کو بھی محفوظ رکھتا ہے، تو ہمیں بھی پھر سے اپنے سروں پر اپنے تاجوں کو سجانا چاہیئے۔

مسواک کے فوائد:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: مسواک منہ کی صفائی اور خدا کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔ (نسائی) علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مسواک کے فوائد میں لکھتے ہیں: یہ دانتوں میں چمک پیدا کرتی ہے، مسوڑھوں میں مضبوطی اور منہ کی بدبو ختم کرتی ہے، جس سے دماغ پاک وصاف ہوجاتا ہے، بلغم کو ختم کرتی ہے۔

بڑی بیماریوں سے حفاظت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر مہینے تین دن صبح کے وقت شہد کو چاٹے گا تو اسے کوئی بڑی بیماری نہیں ہوگی۔ (ابن ماجہ)

منقی سے علاج:

حضرت ابو ہند داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منقی کا تحفہ ایک بند تھال میں پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول کر ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ، منقی بہترین کھانا ہے جو پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے، پرانے درد کو ختم کرتا ہے، غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ منہ کی بو ختم کرتا ہے، بلغم نکالتا ہے اور رنگ کو نکھارتا ہے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر)

گائے کے دودھ کا فائدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے کا دودھ استعمال کیا کرو کیونکہ وہ ہر قسم کے پودوں کو چرتی ہے (اس لئے) اس کے دودھ میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔ (مستدرک)

انجیر سے علاج:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: انجیر کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔

خربوزہ کے فوائد:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کھانے سے پہلے خربوزہ کا استعمال پیٹ کو بالکل صاف کردیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کردیتا ہے۔

منہ بولے بیٹے کے احکام

سوال: مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ جو لوگ بے اولاد ہوتے ہیں وہ اپنے رشتہ دار یا کسی اجنبی کے بچہ کو گود لیتے ہیں، شریعت میں اس کے کیا احکام ہیں، آیا جب یہ بچہ بچی بڑی ہوجائیں تو ان سے پردہ وغیرہ ضروری ہوگا یا نہیں؟ اور شناختی کارڈ بناتے وقت اور نکاح کے موقع پر اصل والد کا نام لکھا جائے گا یا جس نے گود لیا ہے؟ نیز میراث کا کیا حکم ہے؟

جواب: ① جس بچے کو گود لیا ہے اسے اس کے باپ کی طرف منسوب کرنا چاہئے، گود لینے والا اسے اپنی طرف منسوب نہ کرے (یعنی خود کو اس کا حقیقی باپ نہ کہے) شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاکُمْ اَبْنَاءَ کُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُم بِاَفْوَاهِکُمْ ط وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقُّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ.

تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے (جو غلط ہے واقع کے مطابق نہیں) اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے (اور جب منہ بولے بیٹے واقع میں تمہارے بیٹے نہیں تو) تم ان کو (متبنیٰ بنانے والوں کا بیٹا مت کہو بلکہ) ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کیا کرو، یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ دونوں راوی ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بجائے کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب کرے اور وہ یہ جانتا بھی ہو کہ یہ میرا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔ لہٰذا شناختی کارڈ اور نکاح کے موقع پر اصل والدین کا نام لکھا جائے گا۔

② منہ بولا بچہ اگر لڑکا ہے اور اپنی منہ بولی ماں کا محرم نہیں ہے تو بالغ ہونے پر ماں کا اس سے پردہ ہوگا اور اگر لڑکی ہے اور منہ بولے باپ کی محرم نہیں تو باپ کا اس سے پردہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کی حقیقی اولاد بھی ہو اور اس نے کسی بچہ کو گود بھی لیا ہو تو ان کے بڑے ہونے کے بعد پردے کا لحاظ کرنا پڑے گا۔ عموماً آج کل ان مسائل کی طرف دھیان نہیں ہوتا اور بچوں کے بڑے ہونے کے بعد پردے کا مسئلہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے جو سخت گناہ ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو لڑکی کو گود لینا چاہیں تو چاہئے کہ مرد اپنے کسی ایسے رشتہ دار سے لڑکی لے کہ لڑکی اس کی محرم ہو مثلاً اپنے بھائی کی لڑکی لے تا کہ پردے کا مسئلہ نہ ہو۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی کی مثلاً نرینہ اولاد ہے اور وہ لڑکی گود لیتا ہے تو اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرا دے تا کہ سسرالی رشتہ قائم ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ علماء سے پوچھ کر ایسی صورت اختیار کی جائے کہ بعد میں پریشانی نہ ہو اور اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر خوب احتیاط کی ضرورت ہے اور اپنے بچوں کے بڑے ہونے کے بعد پردے کا خوب لحاظ کرنا ہوگا ورنہ کہیں نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔

رہی بات میراث کی تو بلاشبہ کسی لاورث کو گود لے کر اچھی تعلیم و تربیت دینے کا بلاشبہ بڑا ثواب ہے لیکن وہ بچہ کیونکہ حقیقی اولاد نہیں ہوتا اس لئے حقیقی اولاد کا مرتبہ اسے ہرگز حاصل نہ ہوگا۔

لہٰذا ایسا بچہ اگر گود لینے والے کا رشتہ دار نہیں یا رشتہ دار تو ہے لیکن اس سے قریبی اور رشتہ دار موجود ہیں تو اس بچے کا میراث میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ایسے گود لئے ہوئے بچوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ زندگی میں ہی جو مال دینا چاہے اس کی ملکیت میں اس کے حوالے کر دے یا پھر ثلث مال میں اس کے لئے وصیت کرے۔

واللہ اعلم بالصواب.

العفو جل جلالہٗ

بہت زیادہ معاف کرنے والا

عائشہ مجیب

عربی زبان میں ''عفو'' معاف کرنے کو کہتے ہیں۔ امام سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''العفو'' جل جلالہٗ وہ ذات ہے جس کی صفت ہی معاف کرنا، بخشنا اور درگزر کرنا ہے اور اپنے بندوں کو معاف کرنا خاص ربّ العزت کی صفت ہے۔ جیسے ہر انسان اس کی رحمت اور کرم کا محتاج ہے ویسے ہی مغفرت اور معافی کا بھی محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور معافی کا وعدہ کر رکھا ہے ہر اس شخص کے لئے جو مغفرت اور معافی کے اسباب بھی لے کر آئے یعنی گناہ ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔''

یہ اسم مبارک قرآن مجید میں پانچ مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور معاف کرنے والے ہیں۔'' (تیسیر الکریم الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے معاف کرنا، کوئی کتنا ہی گناہگار شخص اللہ تعالیٰ کے در پر جا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔ اس کے سب گناہ دھل جاتے ہیں، یہی نہیں بلکہ اس کے نامہ اعمال سے بھی وہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے میں بھلا کیسی شرم؟ کیسی حیا؟ کیسی کوتاہی؟ کیسی سستی اور کاہلی؟ انسان کو چاہئے کہ جوں ہی کوئی گناہ سرزد ہو جائے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگے۔ اللہ تعالیٰ ''**العفو جل جلالہٗ**'' ہیں، یقیناً اس سے توبہ کرنے پر اس کی مغفرت فرمائیں گے۔

سورۂ زمر کی آیت ۵۳ر میں فرماتے ہیں: ''کہہ دو! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا، بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔'' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاف کرنا اس کی

رحمت کی وجہ سے بھی ہے لہٰذا بچو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا، پھر وہ اپنے لئے معافی کے بارے میں پوچھنے کے لئے نکلا اور ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا: کیا میری توبہ قبول ہونا ممکن ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں (تو نے اتنے قتل کئے ہیں، تیرے لئے مغفرت نہیں)، اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔

آخر ایک عالم دین کے پاس پہنچا، اس نے کہا: تمہاری توبہ ہو سکتی ہے مگر تم یہ بستی چھوڑ کر فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ وہ چل پڑا، راستے میں اسے موت نے آلیا، اس نے گھسٹ کر اپنے آپ کو تھوڑا سا اور اس بستی کی جانب کر لیا (جہاں وہ جا رہا تھا) اب رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے مابین اس کے متعلق جھگڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے (اس بستی کی) زمین کو (جہاں وہ جا رہا تھا) حکم دیا کہ ذرا سکڑ جا اور اس بستی کی زمین کو (جہاں سے نکل چکا تھا) حکم ہوا کہ دور ہو جا، پھر فرشتوں سے فرمایا: ''دونوں بستیوں کے بیچ فاصلے کی پیمائش کرو (جب پیمائش کی گئی) تو اس بستی کی زمین (جہاں جا رہا تھا) بالشت بھر کم نکلی چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی۔ (مسلم)

پیارے دوستو! اس حدیث مبارک میں بیان کئے گئے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، ورنہ اتنے قتل کرنے کے بعد معافی کا ملنا مشکل ہے مگر چوں کہ وہ شخص توبہ کا پکا ارادہ کر چکا تھا توبہ کے ارادے سے چل پڑا تھا اور چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔

پیارے بچو! ''**العفو جل جلالہٗ**'' سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، ہر گز کبھی یہ مت سوچیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس گناہ پر معاف نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تو ''**العفو جل جلالہٗ**'' ہیں، جب سو لوگوں کے قاتل کو معاف کر سکتے ہیں تو ہماری توبہ پر ہمیں بھی معاف کر دیں گے۔

پیارے بچو! یہ صفت ہم بھی اپنائیں، ہم بھی اپنے معاملات میں عفو و درگزر سے کام لیا کریں، کبھی کسی سے غلطی ہو جائے تو اُسے معاف کر دیا کریں، کوئی رشتے دار، بہن بھائی یا دوست جھگڑے یا ہمارے ساتھ دھوکا کرے تو ہم اُسے معاف کر دیں، اس امت کے ساتھ کہ ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ہمیں معاف فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور انہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہئے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔'' (النور: ۲۲)

تو بچو! آج سے ہم یہ عہد کریں کہ ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: جو شخص بدلہ لینے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دے۔'' (البیہقی)

تو بچو! ہم سب کو معاف کر کے اللہ کے قرب کے مستحق ہو جائیں اور اگر کوئی دل دکھائے تو اُسے معاف کر دیا کریں اور ذہن میں رکھیں کہ معاف کرنے والا بڑا ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

THE SAHABAH
(Radiallahu 'Anhum Ajmain)

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا ہو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور ایمان کے اوپر اس کی وفات ہوئی ہو۔

Q: Who is Sahabi (Companion)?

Ans: Sahabi is one who saw the Prophet ﷺ or attended his holy company as a Muslim and died as a muslim.

سوال: صحابی کتنے ہیں؟

جواب: ہزاروں ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور اسلام پر ان کا انتقال ہوا۔

Q: What is the number of the Sahabah?

Ans: There are thousands who came to him and accepted Islam and died as Muslims.

سوال: سب صحابی مرتبے میں برابر ہیں یا کم زیادہ؟

جواب: صحابہ کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں لیکن تمام صحابہ باقی امت سے افضل ہیں۔

Q: Are all the Sahabi equal in rank or there is any difference in their status?

Ans: The Sahabah have different ranks. But they all are higher in rank than the rest of the community of Muslims ('Ummah).

سوال: صحابہ میں سب سے افضل صحابی کون ہیں؟

جواب: تمام صحابہ میں چار صحابی سب سے افضل ہیں۔ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو تمام امت سے افضل ہیں۔ دوسرے عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکرؓ کے سوا تمام

امت سے افضل ہیں۔ تیسرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔ چوتھے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔ یہی چاروں بزرگ حضور رسول خدا ﷺ کے بعد آپ کے خلیفہ ہوئے۔

Q: Who ranks the highest among the Sahabah?

Ans: Four Sahabi are higher in rank among all Sahabah. First, Hadrat Abu Bakr Siddiq ؓ, who ranks the highest among the 'ummah. Second, Hadrat 'Umar Faruq ؓ who ranks the highest among the 'ummah except Hadrat Abu Bakr ؓ. Third, Hadrat 'Uthman Ghani ؓ who ranks the highest among the 'ummah except Hadrat Abu Bakr ؓ and Hadrat 'Umar ؓ. Fourth, Ha drat 'Ali ؓ who ranks the highest among the 'ummah except Hadrat Abu Bakr ؓ, Hadrat 'Umar ؓ and Hadrat 'Uthman ؓ. These four dignitaries succeeded the Prophet ﷺ as his Caliphs (Deputies).

سوال: خلیفہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حضور رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دین کا کام سنبھالنے اور جو انتظامات حضور ﷺ فرماتے تھے انہیں قائم رکھنے میں جو شخص آپ ﷺ کا قائم مقام ہوا اسے خلیفہ کہتے ہیں۔ خلیفہ کے معنی قائم مقام اور نائب کے ہیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قائم مقام بنائے گئے۔ اس لئے یہ خلیفہ اول ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔

''دانیال! دانیال'' .... دانیال کی امی نے دانیال کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے پکارا ''دانیال! تم یہاں ناول پڑھ رہے ہو۔ منع کیا تھا میں نے تمہیں، نیچے چلو دادو سونے والی ہیں۔'' انہوں نے دانیال کے ہاتھ سے ناول لے کر الماری میں رکھا۔

''امی جان! کیا پھپھو جلدی واپس آ جائیں گی یا پھر پچھلے سال کی طرح ایک مہینہ اور رک جائیں گی؟'' دانیال نے سوال کیا۔

''تم سے جتنا کہا گیا ہے اتنا کرو۔ لگتا ہے تم دادو کے پاس جانے سے کترانے لگے ہو۔''

''نہیں! ایسی بات نہیں ہے۔ وہ تو اس لئے کہہ رہا تھا کیونکہ دادو جلدی سو جاتی ہیں اور پھر مجھے بہت دیر تک اکیلے جاگنا پڑتا ہے۔ دانیال نے بات یہیں ختم کر دی کیونکہ امی اسے غصے سے گھور رہی تھی۔

''اب چلو'' اس کی امی نے حکم دیا اور وہ اوپر کا کمرا بند کر کے ان کے ساتھ نیچے آ گیا۔

دانیال کی پھپھو چند روز کے لئے ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے گئی تھیں۔ وہ ایک ڈاکٹر تھیں اور اسی سلسلے میں انہیں ہر سال ملک سے باہر جانا پڑتا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ دانیال دادو کے کمرے میں سونا نہیں چاہتا تھا بلکہ وہ رات بھر جاگتا تھا اور انجوائے کرتا تھا۔ مگر جب دادو کے ساتھ سوتا تو جلدی بستر میں گھسنا پڑتا جس سے اسے بے حد چڑ تھی۔

وہ دادو کے کمرے میں پہنچا تو دادو سو چکی تھیں۔ وہ بھی ساتھ لگے بستر پر جا لیٹا۔ بھلا وہ دانیال جو رات دیر جاگتا تھا، وہ ۹ بجے کیسے سو سکتا تھا، ساری رات کروٹیں بدلتا رہا اور پھر بارہ بجے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مصیبت تھی اب اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اوپر اپنے کمرے میں جا کر ویڈیو گیم کھیلے یا پھر بیٹھ کر اپنی پسندیدہ فلم دیکھے۔ اس لئے اس نے اپنا تکیہ رکھا اور اس کے اوپر چادر ڈال دی کہ دادو کو قطعی شک نہ ہو کہ دانیال موجود نہیں ہے۔ وہ اپنے اس طرز عمل سے بہت خوش تھا، پھر اوپر چلا گیا۔

اوپر جا کر اس نے ٹی وی آن کیا اور اپنی پسندیدہ فلم دیکھنے لگا۔

رات کے دو بجے نیچے آ کر سو گیا۔

دانیال نے اس کو اپنا معمول بنالیا۔ اسے یہ حرکت کرتے ہوئے چار دن گزر گئے۔ آج پانچویں رات جب وہ یہ سب کرنے لگا تو اسے عجیب سا خوف محسوس ہوا مگر پھر بھی وہ اوپر چلا گیا اور فلم دیکھنے لگا اسے پتا بھی نہ چلا کہ وہ کب وہیں سو گیا اور پھر صبح...... صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ڈر گیا۔ ''ارے یہ کیا! اوپر صوفے پر۔'' وہ دوڑتا ہوا نیچے گیا، صبح کے نو بج رہے تھے۔ اس وقت تو گھر میں خوب رونق ہوا کرتی تھی۔ ویسے بھی آج اتوار تھا، نہ ہی اسے دادو نظر آئیں، نہ ہی امی اور نہ ہی ابو۔ اسے بس پڑوس کی آنٹی مدیحہ نظر آئیں جو ناشتہ لگا رہی تھیں۔ اس نے دو تین بار ان سے پوچھا کہ سب کہاں گئے ہیں تو انہوں نے کہا ''دانیال بیٹے! مجھے خود نہیں معلوم بس کہہ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں لوٹیں گے، آپ ناشتہ کرلو۔''

ناشتہ تو اس نے بے دلی سے کرلیا۔ اس کا ذہن عجیب سوچ میں گم تھا۔ وہ خاصا گھبرایا ہوا تھا اور جب ڈرائیور اسے لینے آیا تو وہ اور بھی پریشان ہوگیا۔ اس نے ڈرائیور سے تفصیل پوچھی تو وہ بولا: ''دانی بیٹا! رات تین بجے کے قریب آپ کی دادو کو دل کا شدید دورہ پڑا تھا۔ آپ کمرے میں نہ تھے۔ آپ کی دادو درد سے تڑپ رہی تھیں۔ انہوں نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو گلاس نیچے گر گیا۔ شور کی آواز سن کر آپ کی امی اٹھیں، ان کے کمرے میں گئیں اور پھر انہوں نے دیکھا کہ دادو تڑپ رہی ہیں۔ پھر کیا تھا سب ہسپتال پہنچ گئے۔ اب انہوں نے کہا ہے کہ دانیال کو بھی لے آؤ۔'' ڈرائیور نے تفصیلات بتائیں۔

''چلیئے انکل'' دانیال فوراً گاڑی میں سوار ہوا اور ڈرائیو نے گاڑی چلادی۔ وہ سارا راستہ روتا رہا، اب اسے اپنی غفلت پر پشیمانی ہورہی تھی۔ جب وہ ہسپتال پہنچا تو رو رو کر اس کا برا حال تھا۔ دادو کے کمرے میں جاتے ہی وہ پھر سے رونے لگا۔ اس سے کچھ بولا نہ گیا مگر ہمت کر کے کہنے لگا: ''دادو! میں ...... میں نے آپ کی ......کو...... کوئی دیکھ بھال نہیں کی، مجھے معاف کردیں۔'' دادو نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر ان کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور انہوں نے دانیال کو گلے لگالیا۔

وہ اپنی جگہ ساکت تھا، اس کی زبان کو شاید تالا لگ چکا تھا، اس کو اردگرد کی خبر بالکل بھی نہیں تھی لوگ نئے کپڑے پہن کر اور خوشیاں مناتے ہوئے جا رہے تھے لیکن وہ زمین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ وہ اپنی قسمت پہ افسوس کرر ہا تھا، اسے خوشی بالکل محسوس نہیں ہو رہی تھی بلکہ لوگوں کی خوشیاں، ان کا جشن اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہا تھا۔

نہ جانے کتنی دیر وہ وہیں کھڑا رہتا کہ اچانک اس کے دوست اویس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور گویا ہوا: ''بھائی عثمان! کیا بات ہے؟ چلو کھیلنے چلتے ہیں'' لیکن عثمان کی زبان کو تالا لگا ہوا تھا۔ اس سے بات نہیں کی جا رہی تھی۔ ''اچھا چلو ہمارے گھر چلتے ہیں، تھوڑی گپ شپ ہو جائے گی'' اویس نے مزید کہا۔

لیکن عثمان تھا کہ اسے اردگرد کی خبر تک نہ تھی، جب اویس نے جان لیا کہ عثمان ماننے والا نہیں تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور زبردستی اپنے گھر لے گیا۔ کھانے کے بعد اویس نے عثمان کا کندھا ہلایا، عثمان خیالات کی دنیا سے باہر آ گیا۔

''عثمان کیا بات ہے، اتنی خاموشی بھی اچھی نہیں ہوتی۔'' اویس نے عثمان کا منہ اوپر کرتے ہوئے کہا: ''یار! کیا میرے امی ابو ہی فوت ہوئے تھے، کیا مجھے ہی خوشیوں سے محروم ہونا تھا۔'' عثمان نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''عثمان بھائی! یہ تو امتحان ہوتا ہے، یہ تو آزمائش ہوتی ہے، ان کا تو ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔'' اویس نے عثمان کی شکایت کا جواب دینے کی سعی کی۔

''لیکن امتحان صرف میرا ہی ہونا تھا، کیا آزمائشیں صرف مجھ پر آنی تھیں۔'' عثمان کے لہجے میں شکوہ کا عنصر موجود تھا۔

''عثمان بھائی! بات یہ نہیں ہے، ہمارے حضور ﷺ پر کتنی آزمائشیں آئی ہیں، کتنے

امتحانات ہوئے ہیں، لیکن آپ ﷺ کبھی شکایت زبان پر نہیں لائے۔یتیم پیدا ہوئے اور چھ سال کی عمر میں والدہ بھی وفات پا گئیں۔اویس نے دلائل کے ساتھ عثمان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں ان نعمتوں سے محروم ہوں، جو والدین کے زندہ ہوتے ہوئے ملتی ہیں، ان کا پیار، ان کی چاہت، میں اس کو ترستا رہوں گا۔کاش والدین زندہ ہوتے، میں بھی آج ماں کا پیار پاتا، میں بھی آج باپ کی انگلی پکڑ کر نماز عید ادا کرنے جاتا، میں بھی کسی کو فخر سے اپنے گھر بلاتا لیکن قسمت کا لکھا کب ٹل سکتا ہے۔'' اتنا کہہ کر عثمان پھر رونے لگا۔

''عثمان! کیا بات ہے، میں آپ کا بھائی اور دوست ہوں۔میرے والدین بھی آپ کے والدین ہیں، چلو اب چپ ہو جاؤ۔''

اتنے میں اویس کی امی اندر آ گئیں، اویس نے عثمان کو دلاسہ دینے کے بعد امی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''امی جان کیا ہی اچھا ہو کہ آج سے ہم ہم اب تین بھائی بن جائیں۔ایک میں، دوسرا عادل اور تیسرے عثمان بھائی۔امی نے اویس اور عثمان کو گلے لگا لیا اور بولیں کیوں نہیں بھئی یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔اللہ نے مجھے ایک اور بیٹا دے دیا عثمان کی شکل میں، چلو تمہارے ابو بھی تیار ہو گئے ہیں تم تینوں بھائی اپنے ابو کے ساتھ نماز عید کے لئے جاؤ اور ہاں اویس تم اپنے بھائی کے لئے اپنی الماری میں سے ایک نیا جوڑا تو نکال کر لاؤ تا کہ تمہارا یہ بھائی بھی نئے کپڑے پہن کر اپنے ابو اور بھائیوں کے ساتھ نماز کے لئے جائے، جلدی کرو دیر نہ ہو جائے۔جی امی! میں ابھی لایا، اویس نے خوشی سے اٹھتے ہوئے کہا۔عثمان کا چہرہ بھی ان کی باتیں سن کر کھل گیا۔

انسان کسی کو دے کچھ نہیں سکتا لیکن پیار ایک ایسی انمول چیز ہے، ایک انمول تحفہ ہے جو دیا جا سکتا ہے، اس طرح کسی کو خوشی دی جا سکتی ہے۔جی ہاں!

محبت اور مشفقانہ باتیں زندگی کو خوشگوار اور اس زمین کو جنت بنا دیا کرتی ہیں۔

ثواب ہجرت

صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غریب و نادار مہاجرین، اہل ثروت اور اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (رواہ ابن ماجہ)

جلاتے چلو چراغ

محمود مراد، کراچی

تارو آپی کی شادی کی تاریخ طے ہوچکی تھی اور چونکہ یہ اس گھر کی پہلی شادی تھی اور وہ بھی لڑکی کی، اس لئے امی کچھ گھبرائی، بوکھلائی سی رہتی تھیں۔ اگرچہ کوئی مالی پریشانی نہ تھی، پھر بھی شادی کی طرح طرح کی رسومات اور سو طرح کے دوسرے جھنجٹ اُن کے ذہن پر سوار تھے۔

اُس روز میں شادی کارڈوں پر مہمانوں کے نام لکھ رہا تھا اور امی بیٹھی کچھ سوچ رہی تھیں کہ اچانک مجھے ایک خیال آیا۔ میں نے امی سے کہا: ''رابعہ خالہ کا نام نہیں ہے فہرست میں۔''

امی نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر اُن کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئیں اور رگیں تن گئیں۔ وہ بولیں: ''جو ضروری لوگ تھے اُن سب کے نام لکھ کر تمہیں دے دیئے ہیں، تم اُن کے نام لکھ دو اور بس۔''

یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلی گئیں۔ مجھے یاد آیا کہ کچھ عرصہ قبل امی اور رابعہ خالہ کے درمیان کسی بات پر ان بن ہوگئی تھی، خیر، میں نے کاندھے اُچکائے اور مزید سوچنے کا ارادہ ترک کر کے دوبارہ کارڈوں پر جھک گیا۔

شام کو امی، میں اور تارو آپی چائے پی رہے تھے کہ ننھی سدرہ دوڑتی ہوئی اندر آئی اور بولی: ''امی، امی! یہ گناہ کیا ہوتا ہے؟''

سدرہ میری چھوٹی بہن کا نام ہے، وہ بہت ذہین اور باتونی ہے، اسی سال اُسے پہلی جماعت میں داخل کرایا گیا تھا۔ امی نے دھیرے سے مسکرا کر اُس کا گال تھپتھپایا اور بولیں: ''بیٹا! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کو گناہ کہتے ہیں۔''

''امی! گناہ کرنے سے کیا ہوتا ہے؟'' سدرہ نے دوسرا سوال کیا۔

''گناہ کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور گناہ کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔'' امی نے

جواب دیا۔

یہ سن کر سدرہ کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔ اُس نے کہا: ''اوئی اللہ! اب کیا ہوگا؟'' یہ کہہ کر وہ باہر بھاگ گئی، کچھ دیر بعد وہ اپنی سہیلی حرا کے ساتھ پھر اندر آئی اور بولی: ''امی پتا ہے کل ہماری مس بچوں کو بتا رہی تھیں کہ جو بچے ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتے ہیں، انہیں گناہ ہوتا ہے، مجھے پتا نہ تھا کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔ آپ نے بتایا تو میں نے سوچا کہ میں بھی تو حرا سے ناراض ہوں، اس لئے مجھے بھی گناہ ہو رہا ہوگا۔''

یہ کہہ کر اُس نے خوف سے جھرجھری لی اور اپنی ننھی ننھی ہتھیلیاں گول مٹول گالوں پر رکھتے ہوئے بولی: ''سچ مجھے بہت ڈر لگا۔ میں نے سوچا میں اتنی سی تو ہوں، اگر مجھے اللہ میاں نے سزا دے دی تو کہیں میں چڑیا نہ بن جاؤں، جیسے وہ شہزادی بدر النساء بن گئی تھیں، جب اُس نے بوڑھے مالی کو تنگ کیا تھا، بس پھر تو میں فوراً گئی اور حرا کو منا لیا۔ امی اب تو مجھے گناہ نہیں ہوگا ناں۔''

امی نے اُسے سینے سے لگا لیا اور بڑے پیار سے بولیں: ''ہرگز نہیں۔''

سدرہ حرا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باہر چلی گئی تو میں نے امی کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھیں۔ میں نے کہا: ''امی! وہ کیا حدیث ہے؟ ہاں، یاد آیا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔''

''ہوں'' امی نے کہا اور پھر سر جھکا لیا۔

دوسرے دن مارکیٹ جاتے ہوئے امی نے مجھے اُیک پرچی تھماتے ہوئے کہا: ''بیٹا! یہ کچھ نام رہ گئے تھے، انہیں بھی لکھ دینا۔'' یہ کہہ کر وہ چلی گئیں، میں نے پرچی کھول کر دیکھی تو اُس پر چند دوسرے ناموں کے ساتھ رابعہ خالہ کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ میں بے اختیار مسکرانے لگا۔

اور پھر میں نے کارڈ پر نام لکھ کر امی کو دیا تو امی نے کہا کہ بیٹا کل تم کو میرے ساتھ خالہ کے گھر کارڈ دینے چلنا ہوگا۔ کل جب ہم خالہ کے گھر پہنچے تو دونوں بہنیں گلے لگ کر خوب روئیں اور بہت دنوں کی جدائی ختم ہوئی یقیناً اس کارِ خیر میں سدرہ کا بڑا کردار تھا۔

قطرہ قطرہ دریا

نازیہ انور شہزاد

یہ چار کمروں اور بڑے سے صحن والا ایک گھر ہے جہاں فراز صاحب اپنی بیوی شائستہ اور تین بیٹوں شجاع، دانش اور بلال اور اپنی والدہ کے ہمراہ رہتے تھے۔

ایک دن فراز صاحب کے دونوں بڑے بیٹے شجاع اور بلال اسکول سے گھر آئے تو ان دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے۔ شائستہ بیگم نے آگے بڑھ کر پوچھا: ''کیا ہوا؟ کیا اسکول سے مار کھا کر آرہے ہو؟''

شجاع بولا: ''امی جان! آپ دانش کو سمجھا کر اسکول بھیجا کریں، وہ روزانہ ہماری بے عزتی کرادیتا ہے۔'' بلال نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

امی نے پوچھا: ''مگر ہوا کیا ہے اور دانش کہاں ہے؟''

شجاع نے بتایا: ''صبح جب ہم اسکول پہنچے تو گیٹ کے پاس ایک میلی کچیلی سی بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کپڑے بھی گندے اور بدبودار تھے، دانش نے اسے دیکھا تو فوراً اپنا لنچ بکس نکالا اور اس بڑھیا کے حوالے کردیا۔ سارے بچے اس پر ہنس رہے تھے۔ سب نے دانش کا خوب مذاق اڑایا جس کی وجہ سے ہم بھی شرمندہ ہوئے۔

شائستہ بیگم کو بھی غصہ آگیا اور وہ بولیں: ''آنے دو ذرا اسے، اس کے تو میں خوب کان کھینچوں گی۔ چلو تم دونوں کپڑے بدلو، میں کھانا لگارہی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کچن میں چلی گئیں، تھوڑی دیر بعد دانش گھر گیا۔

بلال نے اونچی آواز میں کہا: ''آگے لاٹ صاحب!''

شائستہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دانش سے پوچھا: ''کیوں بھئی، یہ کیا سن رہی ہوں میں۔ تمہیں ہماری عزت کا ذرا احساس نہیں ہے، اتنے مہنگے اسکول میں تمہیں پڑھانے کا فائدہ بھی ہے یا نہیں؟''

دانش حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ''مگر میں نے کیا کیا ہے امی جان؟''

شجاع نے طنزیہ لہجہ میں کہا: ”معصوم تو ایسے بن رہے ہو جیسے تم نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔“

دانش سمجھ گیا کہ صبح والی بات یہاں بھی پہنچ گئی ہے۔ اس نے کہا: ”او ہو امی میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا، کسی مجبور کی تھوڑی بہت مدد کرنے سے ہمارا کیا جاتا ہے؟“

شائستہ بیگم نے تنک کر کہا: ”لیکن خود تو بھوکے رہے نا۔“

”میں نے جو کیا وہ صحیح کیا ہے۔“ یہ کہہ کر دانش اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دانش نے احتجاجاً دوپہر کا کھانا نہیں کھایا، جب لاکھ کہنے پر بھی وہ رات کے کھانے کے لئے نہیں آیا تو جہاں آراء بیگم نے سب کو ڈانٹا کہ کیوں دانش کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ پھر خود جا کر اسے اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا بنا کر کھانا کھلایا، کھانا کھا کر دانش دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ دادی پیار سے اس کا سر سہلانے لگیں۔ دانش نے پوچھا: ”دادی! کیا ضرورت مندوں کی مدد کرنا بری بات ہے؟“

دادی نے اس کی پیشانی چوم لی اور بولیں: ”نہیں میرے بچے! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تم بہت اچھا کرتے ہو جو دوسروں کے کام آتے ہو، تم کسی کی پرواہ مت کرو، لوگ تو پتا نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔“

دادی کے سمجھانے پر دانش پرسکون ہو گیا، وہ بچپن سے ہی ایسا تھا، ہر کسی کے کام آ کر اسے بڑا سکون ملتا تھا مگر اس کے دونوں بھائی اس بات پر اسے امی سے ڈانٹ پڑواتے تھے مگر وہ پھر بھی باز نہیں آتا۔ اسی طرح دوسروں کی مدد کرتے اور تعلیمی میدان میں کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دانش جوان ہو گیا۔ اس کے والد ریٹائر ہو چکے تھے۔ دانش کی عادتیں اور مزاج اب بھی ویسا ہی تھا۔

شجاع، بلال اور دانش نے اپنی اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی اور اب وہ اچھی نوکری کی تلاش میں تھے۔ شجاع اور بلال کو اپنی تعلیم پر بہت غرور تھا، اسی وجہ سے وہ چھوٹی موٹی نوکریاں خاطر میں نہیں لاتے تھے جبکہ دانش کا نظریہ مختلف تھا۔ وہ کہتا تھا شروعات ہمیشہ تھوڑے سے ہوتی ہے، انسان زینہ بہ زینہ چڑھ کر ہی اوپر پہنچتا ہے اور جو لوگ ایک چھلانگ میں اوپر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

دانش کے والد کو ریٹائرمنٹ پر جو روپے ملے تھے وہ سب دادی کی بیماری پر خرچ ہو گئے جس کی وجہ سے وہ کوئی کاروبار بھی نہیں کر سکے تھے، گھر میں مالی تنگی ہونے لگی، تب ایک دن دانش نے کہا: ''امی جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں ٹیکسی چلا لوں؟ میرے ایک دوست کے پاس ٹیکسی ہے، میں اس سے ٹیکسی لے کر چلا لوں گا۔''

شجاع نے تیز آواز میں کہا: ''کوئی ضرورت نہیں ہے، ویسے ہی تمہاری وجہ سے ہمیں اتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اور اب تم ڈرائیوری کر کے خاندان میں ہماری ناک کٹواؤ گے۔''

بلال نے بھی شجاع کی تائید کی، بلال کی امی بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔ کہتی تو کیا کہتیں، کیونکہ یہ سب انہی کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

کچھ دن اور گزر گئے۔ دانش، شجاع اور بلال روزانہ نوکری کی تلاش میں جاتے مگر مایوس لوٹ آتے۔ آ کر نوبت یہاں تک آ گئی کہ ایک وقت دال پکتی تو دو وقت چلانی پڑتی۔ آخر ایک دن شائستہ بیگم بے بسی کے عالم میں فراز صاحب کے سامنے رو پڑیں: ''میں کیا کروں، کہاں سے پکاؤں؟ اب تک تو میں نے اپنا زیور وغیرہ بیچ کر گھر چلایا، مگر اب تو ذرا بھی پیسے نہیں ہیں۔''

ان کی باتوں سے فراز صاحب بھی دکھی ہو گئے اور بولے: ''بیگم! سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔ اب تو کسی سے ادھار مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔''

وہ دونوں اس بات سے بے خبر تھے کہ دانش ان کی باتیں سن رہا ہے۔ اچانک دانش نے ایک فیصلہ کیا اور باہر نکل گیا۔ رات کے ایک بجے گھر لوٹا تو فراز صاحب اور شائستہ بیگم نے اسے خوب ڈانٹا۔ شجاع اور بلال بھی باتیں سنا رہے تھے کہ ہم نوکریاں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور یہ صاحب آوارہ گردی کر رہے ہیں۔

دانش نے چپ چاپ سب کی باتیں سنیں اور پھر جیب میں سے سو سو کے تین نوٹ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ وہ سب حیران رہ گئے کہ اس کے پاس پیسے کہاں سے آئے کیونکہ وہ تو بس کے کرائے کے لئے بھی ماں سے پیسے مانگتا تھا۔ شائستہ بیگم نے شک بھری نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا: ''کہاں سے آئے یہ نوٹ، کہیں چوری تو نہیں کی؟''

دانش نے سعادت مندی سے سر جھکا کر کہا: ''امی جان! یہ پیسے میری حلال کی کمائی کے

ہیں۔ میں نے ٹیکسی چلا کر یہ پیسے کمائے ہیں اور جب تک مجھے کوئی نوکری نہیں مل جاتی میں یہ کام کرتا رہوں گا، کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ محنت کو پسند فرماتے تھے۔‘‘

فراز صاحب نے آگے بڑھ کر دانش کو گلے سے لگالیا اور کہا: ’’مجھے فخر ہے تم پر، اللہ تمہارے جیسی اولاد سب کو دے۔‘‘

شجاع اور بلال شرمندہ ہوگئے، آج انہیں اپنی غلط سوچ کا بہت احساس ہوا۔ گھر میں اتنی تنگی ہوگئی مگر بہترین کی تلاش میں وہ بہتر کو بھی چھوڑتے چلے گئے۔ اگر وہ کوئی چھوٹی موٹی نوکری بھی کر لیتے تو کم از کم آج ان کے پاس تجربہ تو ہوتا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد بلال اور شجاع نے بھی مناسب سی نوکریاں تلاش کرلیں۔ پھر ایسا وقت بھی آ گیا کہ اپنے ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل وہ ترقی کے زینے چڑھتے چلے گئے۔

دیر سے ہی صحیح مگر ان کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ قطرہ قطرہ کر کے دریا بھی بن سکتا ہے۔

بکھرے موتی

- ☆ نرم بات کہنا اور معاف کردینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔ (بقرہ)
- ☆ پریشانی خوش رہنے سے کم، صبر کرنے سے ختم اور شکر کرنے سے خوشی میں بدل جاتی ہے۔
- ☆ اپنی سوچوں کو پانی کے قطروں سے زیادہ شفاف رکھو کیونکہ جس طرح قطروں سے دریا بنتا ہے، اسی طرح سوچوں سے کردار بنتا ہے۔
- ☆ حسد کرنے والا اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں جلتا ہے۔
- ☆ موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔
- ☆ غلط بات پر غصہ آجانا شرافت کی نشانی ہے لیکن اس غصہ کو پی جانا مؤمن کی نشانی ہے۔
- ☆ تین بندے تین چیزوں سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں:

① غصے والا صحیح فیصلے سے ② جھوٹا عزت سے ③ جلد باز کامیابی سے

حقیقی طالب علم

محمد سعد

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پڑھا کرتا تھا جہاں پر میرا کھانا مقرر تھا وہاں میں خود لینے جایا کرتا تھا۔

راستہ میں ایک مجذوب پڑے رہا کرتے تھے ہمیں پڑھنے کی طرف سے قدر مشغولی تھی کہ درویش کیا کسی چیز کی طرف بھی طبیعت کو التفات نہ تھا۔

ایک روز وہ مجذوب مجھ سے بولے: ''مولوی تو کہاں جایا کرتا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''کھانا لینے جایا کرتا ہوں۔''

انہوں نے کہا: ''میں تجھ کو دونوں وقت اسی طرف جاتا دیکھتا ہوں، کیا دوسرا راستہ نہیں ہے۔؟''

میں نے عرض کیا: ''دوسرے راستہ میں بازار ہے، وہاں ہر قسم کی چیز پر نگاہ پڑتی ہے، شاید کسی چیز کو دیکھ کر طبیعت کو پریشانی ہو۔''

مجذوب نے کہا: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے خرچ کی تکلیف رہتی ہے، میں تجھ کو سونا بنانا بتلا دوں گا، تم میرے پاس کسی وقت آنا۔''

میں اس وقت تو حاضری کا اقرار کر آیا مگر خانقاہ پہنچ کر پڑھنے لکھنے میں یاد ہی نہ رہا۔

دوسرے دن وہ مجذوب پھر ملے اور کہا: ''مولوی تو آیا نہیں؟''

میں نے کہا: ''مجھے پڑھنے سے فرصت نہیں ہوتی، جمعہ کو آؤں گا۔''

الغرض جمعہ آیا اور اس دن بھی کتاب وغیرہ دیکھنے میں مجھے یاد نہ رہا اور وہ پھر ملے پھر انہوں نے کہا کہ ''مولوی تو وعدہ کر گیا تھا اور نہیں آیا۔''

میں نے عرض کیا کہ: ''مجھے تو یاد نہیں رہا''، آخر دوسرے جمعہ کا وعدہ کیا اور اسی طرح کئی جمعہ بھولا۔

آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب خود میرے پاس خانقاہ میں آئے اور مجھے شاہ نظام الدین کی درگاہ میں لے گئے، وہاں ایک گھاس مجھے دکھائی اور مقامات بتلائے کہ فلاں فلاں جگہ یہ گھاس ملتی ہے اور مجھ سے کہا: ''خوب دیکھ کر پہچان لے۔''

میں نے اچھی طرح پہچان لی، آخر وہ تھوڑی سی توڑ کر لائے اور میرے حجرہ میں آکر مجھے سامنے بٹھا کر اس سے سونا بنایا، سونا بن گیا اور مجھے بنانا آ گیا۔

وہ مجذوب مجھ سے یہ کہہ کر کہ اس کو بیچ کر اپنے کام میں لائیں، اپنے مقام پر چلے گئے۔

مجھے کتاب کے مطالعہ کے آگے اتنی مہلت کہاں تھی کہ اس کو بازار میں بیچنے جاؤں؟ آخر دوسرے دن وہ مجذوب پھر ملے اور کہا کہ ''مولوی تو نے وہ سونا بیچا نہیں، خیر میں ہی بیچ لاؤں گا۔''

پھر ایک روز وہی مجذوب ملے اور کہنے لگے کہ مولوی میں یہاں سے جا رہا ہوں تو میرے ساتھ چل اور اس بوٹی کو پھر دیکھ لے، غرض پھر مجھے ساتھ لے گئے۔

دوستو! یہ ہے حقیقی طالب علم کی شان کہ علم کی مشغولی اتنی محبوب کہ دنیا کی دولت ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور علم کی مشغولی ان کو دنیا میں مشغول ہونے سے مانع ہوتی ہے۔

سلام کو عام کریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ صاحب ایمان نہ ہو جاؤ اور تم پورے مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم میں باہمی محبت نہ ہو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتلا دوں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان ''سلام'' کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو۔

صدقہ

بیماری اور پریشانی سے نجات کا ذریعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مال کو زکوۃ کے ذریعے پاکیزہ کرو اور اپنے مریضوں کو صدقہ کے ساتھ شفاء بخشو اور مصیبت اور آزمائش کو دعا کے ذریعے ٹال دو (کنز العمال ۶/۵۶۰)

صدقہ کی تعریف

صدقہ ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جو کسی کے ذمہ واجب نہ ہو بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے احسان کے طور پر دیا جائے۔

آیئے ہم اپنی بیماریوں اور پریشانیوں کا علاج صدقے کے ذریعے کریں

صدقہ جاریہ کے بہترین مصارف

جمعہ کے مسنون اعمال، خلاصہ مضامین قرآن کریم اور دیگر کتب کی نشر و اشاعت میں حصہ ملا کر کثیر تعداد میں لوگوں تک دینی علم کا پہنچانا

دار الافتاء اور لائبریری کیلئے کتب و دیگر اشیاء کی فراہمی

ایک بچے کے حفظ میں معاون بنیے
ماہانہ صرف =/1500

مدرسہ مفتاح العلوم کے ماہانہ اور تعمیری اخراجات میں حصہ ملا کر
ماہانہ خرچ: 300000
سالانہ خرچ: 3600000

مسجد کے ماہانہ اور تعمیری اخراجات میں حصہ ملا کر
ماہانہ خرچ: =/75000

برائے رابطہ

مدرسہ مفتاح العلوم

جامع مسجد اسلامیہ بطحہ ٹاؤن بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی 0334-3595001 0333-2173256

Monthly FALAH-E-DARAIN Karachi. Regd. # MC-1369

صدقہ جاریہ

کتاب کی فروخت سے اگر کوئی منافع ہو تو وہ تعلیم و تربیت کے لئے وقف ہے، اگر آپ حسبِ گنجائش کتابیں خرید کر مساجد، اور لائبریریوں وغیرہ میں صدقہ جاریہ کے طور پر وقف کردیں تو آپ کا بھی اس کارِ خیر میں حصہ شامل ہو جائے گا، جب تک کتاب رہے گی لوگوں کی پڑھنے کی دعوت دیتی رہے گی۔ ہم دنیا میں نہیں ہوں گے۔ لیکن یہ کتاب اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ ہمارے لیے صدقہ جاریہ ہوگی۔

قیمت صرف -/50 روپے